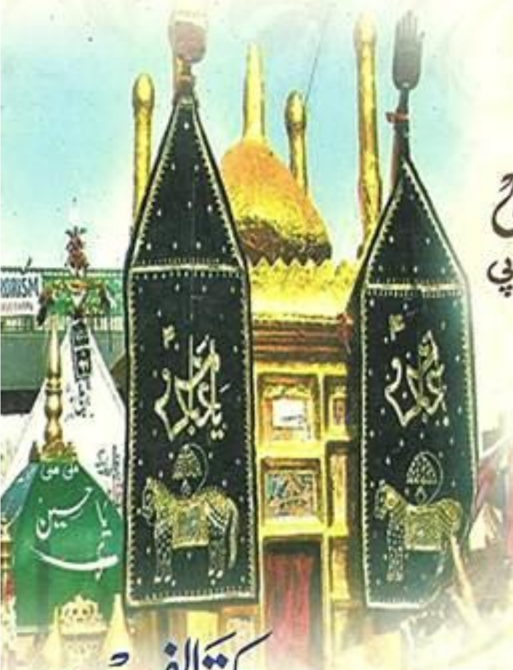
مکتبۃ الفہیم

# تعزیہ داری

## علمائے اُمّت کی نظر میں





جمع و ترتیب
مولانا حافظ اسعد اعظمی
استاذ جامعہ سلفیہ، بنارس یو، پی

مکتبۃ الفہیم
مئوناتھ بھنجن یوپی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

## معزز قارئین توجہ فرمائیں!

منہاج السنت پر تمام "پی ڈی یف" کتب قارئین کے مطالعے اور دعوتی واصلاحی مقاصد کے لئے اپلوڈ کی جاتی ہیں۔

## تنبیہ

کسی بھی کتاب کو تجارتی یامادی نفع کے حصول کی خاطر استعمال کرنے کی سخت ممانعت ہے، اوران کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کے لیے استعمال کرنا اخلاقی، قانونی وشرعی جرم ہے۔

منہاج السنت النبویہ ﷺ لائبرری ٹیم

مکتبۃ الفہیم
مئوناتھ بھنجن یوپی

# تعزیہ داری

## علمائے امت کی نظر میں

جمع و ترتیب

مولانا حافظ اسعد اعظمی

استاذ جامعہ سلفیہ بنارس

مکتبۃ الفہیم
مئوناتھ بھنجن یوپی

**MAKTABA AL-FAHEEM**
Raihan Market, 1st Floor, Dhobia Imli Road
Sadar Chowk, Maunath Bhanjan - (U.P.) 275101
Ph.: (O) 0547-2222013, Mob. 9236761926, 9889123129, 9336010224
Email: maktabaalfaheemmau@gmail.com
WWW.faheembooks.com

| | | |
|---|---|---|
| نام کتاب | : | تعزیہ داری علمائے امت کی نظر میں |
| جمع وترتیب | : | مولانا حافظ اسعد اعظمی |
| طابع وناشر | : | مکتبۃ الفہیم مئوناتھ بھنجن یوپی |
| سال اشاعت | : | جنوری ۲۰۱۱ء |
| تعداد اشاعت | : | ایک ہزار ایک سو |
| صفحات | : | 80 |
| قیمت | : | 45/00 |

باہتمام

شفیق الرحمن، عزیز الرحمن

مکتبۃ الفہیم

مئوناتھ بھنجن یوپی

**MAKTABA AL-FAHEEM**

Raihan Market, 1st Floor, Dhobia Imli Road

Sadar Chowk, Maunath Bhanjan - (U.P.) 275101

Ph (O) 0547-2222013 Mob. 9236761926, 9889123129, 9336010224

Email : maktabaalfaheemmau@gmail.com

WWW.faheembooks.com

# فہرست مضامین


| مضمون | صفحہ |
| --- | --- |
| تمہید | ۵ |
| ماہ محرم؛ اہمیت اور مسائل | ۹ |
| صحابۂ کرام کا مقام ومرتبہ | ۱۴ |
| آیات کریمہ | ۱۴ |
| احادیث نبویہ | ۱۶ |
| اہل علم کے اقوال | ۱۷ |
| تعزیہ داری کا آغاز | ۲۳ |
| تعزیہ داری اور متعلقہ رسم ورواج: بریلوی علما کی نظر میں | ۲۵ |
| مولانا احمد رضا خاں | ۲۷ |
| مولانا امجد علی رضوی اعظمی | ۳۰ |
| مفتی جلال الدین امجدی | ۳۳ |
| ایک فتوی مع تصدیقات علمائے اہل سنت | ۳۳ |
| مفتی جلال الدین امجدی کا شکوہ | ۳۵ |
| تعزیہ داری اور متعلقہ رسم ورواج: دیوبندی علما کی نظر میں | ۳۷ |
| مولانا ابوالحسنات عبدالحی لکھنوی | ۳۹ |
| مولانا اشرف علی تھانوی | ۴۴ |

| | |
|---|---|
| مولانا ظفر احمد تھانوی | ۴۹ |
| مولانا رشید احمد گنگوہی | ۵۲ |
| تعزیہ داری اور متعلقہ رسم ورواج: اہل حدیث علما کی نظر میں | ۵۵ |
| مولانا سید نذیر حسین دہلوی | ۵۷ |
| مولانا ثناء اللہ امرتسری | ۶۴ |
| تعزیہ داری اور متعلقہ رسم ورواج: انصاف پسند شیعی نقطۂ نظر | ۶۹ |
| نہج البلاغہ کے کچھ اقتباسات | ۷۱ |
| ڈاکٹر موسیٰ موسوی | ۷۲ |

بسم اللہ الرحمن الرحیم

# تمہید

برصغیر ہند اور بعض دیگر ممالک میں بہت سارے مسلمان جس طرح محرم کا مہینہ اور خاص طور پر اس کی ابتدا کے دس دن گزارتے ہیں اس کو دیکھ کر ہر انصاف پسند اور حقیقت کا متلاشی شخص حیرت و استعجاب میں مبتلا ہو جاتا ہے، بالخصوص جب وہ دیکھتا ہے کہ یہ تمام اعمال اسلام کے نام پر انجام دیئے جاتے ہیں۔ کیونکہ اسلام کے اصول و مبادیات سے معمولی بھی واقفیت رکھنے والا شخص اچھی طرح سمجھتا ہے کہ یہ بڑا ہی سادگی پسند، باوقار اور شائستہ دین ہے، جو اس قسم کے شور وشغب، حرب وضرب، چیخ و پکار اور شرک و بدعات پر مشتمل ڈھیر ساری رسومات کو کیسے انگیز کر سکتا ہے۔

آج ان ہی رسومات کو لے کر ہر سال اس محترم مہینہ میں جگہ جگہ مسلمان آزمائش میں پڑے رہتے ہیں، امن وامان کے ہر آن بگڑنے کا خدشہ رہتا ہے اور بعض بعض جگہ فی الواقع معاملہ خراب بھی ہو جاتا ہے، جانی و مالی نقصان مسلمانوں ہی کا زیادہ ہوتا ہے۔ ان ایام میں انتظامیہ امن وامان کے مسائل کو لے کر الگ پریشان رہتی ہے۔ غیر مسلم ان تمام رسوم وخرافات کو مسلمانوں کے تیوہار یا مذہبی شعار سمجھتے ہیں، ان موقعوں پر تعزیہ داری اور دیگر لا یعنی کاموں میں کروروں روپے صرف ہو جاتے ہیں، اس کے بعد یہ تعزیے دریا برد کر دیئے جاتے ہیں۔

اس سلسلے کا سب سے تعجب خیز، الم انگیز اور حیرتناک پہلو یہ ہے کہ سنی مسلمانوں کے ہر مکتب فکر کے علماء ان تمام اعمال وخرافات کی حرمت پر متفق ہیں اور اس سلسلے میں ان کے درمیان کسی طرح کا اختلاف نہیں۔ اہل حدیث، دیوبندی اور بریلوی تینوں مسلک

کے علماء کی اس موضوع پر مستقل کتابیں اور متفرق تحریریں ہیں جو چیخ چیخ کر یہ اعلان کر رہی ہیں کہ یہ تمام رسوم شرکیہ ہیں، ان کا اسلام سے ادنیٰ تعلق نہیں، لیکن پھر بھی سنی مسلمانوں کا ایک بڑا طبقہ اپنے علماء کی ہدایات کو نظر انداز کر کے اس موقع پر اہل تشیع کے شانہ بشانہ کھڑا ہو جاتا ہے اور اپنے آپ کو وعیدوں اور سزاؤں کا گویا مستحق ٹھہراتا ہے۔

اس موقع پر جو جو کام انجام دئے جاتے ہیں شرعی اعتبار سے محل نظر ہونے کے ساتھ عقلی اعتبار سے بھی وہ حد درجہ غیر شائستہ اور ادب وتہذیب سے گرے ہوئے ہیں، یہی وجہ ہے کہ شیعوں میں بھی اہل انصاف اور حقیقت پسند علماء ومفکرین ان رسومات سے غیر مطمئن نظر آتے ہیں۔

زیر نظر رسالہ میں اس موضوع سے متعلق مختلف دور اور مختلف مکاتب فکر کے علماء کے اقوال وفتاویٰ کا ایک معتد بہ حصہ جمع کیا گیا ہے۔ مقصد صرف یہ ہے کہ اس آئینہ میں ہم اپنے اعمال کا جائزہ لیں اور جس راہ پر آنکھیں بند کیے چل رہے ہیں وہ راہ ہمیں کہاں پہونچانے والی ہے اس پر غور کریں۔

چونکہ دیکھا یہ جاتا ہے کہ مذہب ہی کی طرح مسلک کے معاملے میں بھی مسلمان بہت حساس ہوتا ہے، جس مسلک سے اس کا تعلق ہے اس کے علماء پر اس کا کلی اعتماد ہوتا ہے، اور جب تک کسی قول وعمل پر اپنے مسلک کے علماء کی رائے نہیں جان لیتا اسے اختیار نہیں کرتا۔ اس لیے اس رسالہ میں ان مسالک کے علماء کے الگ الگ اقوال وفتاوے مندرج کیے گئے ہیں اور براہ راست ہر مسلک کی کتابوں سے معلومات اخذ کی گئی ہیں اور حوالے ثبت کیے گئے ہیں تاکہ پڑھنے والا کلی طور پر مطمئن ہو سکے اور اگر چاہے تو اپنے طور پر ان کتابوں کو بھی دیکھ کر اطمینان حاصل کر لے۔

واضح رہے کہ اس موضوع سے متعلق ہر مسلک کے علماء ومفتیان کے بیانات وفتاوی اس کثرت سے ہیں کہ اگر کل یا اکثر کو جمع کیا جائے تو ایک ضخیم جلد تیار

ہو جائے، رسالہ ہذا میں صرف نمونۃً چند ہی کے بیان پر اکتفا کیا گیا ہے۔ اگر کسی مسلمان کے دل میں اسلام اور اس کے احکام سے معمولی بھی محبت وعقیدت ہوگی تو یہ اس کی ہدایت کے لئے کافی ہوں گے۔ البتہ اگر کوئی خواہشات نفسانی کا غلام ہوگا اور ہدایت سے آنکھیں بند رکھنے کی کوشش میں لگا رہے گا تو وہ سوائے اپنی عاقبت خراب کرنے کے اور کیا کر سکے گا۔

اس رسالہ میں سب سے پہلے ماہ محرم اور عاشورہ کے تعلق سے اسلامی تعلیمات کا خلاصہ پیش کیا گیا ہے۔ اس کے بعد تعزیہ داری پر گفتگو سے پہلے کتاب وسنت اور اقوال علماء کی روشنی میں صحابہ کرام کا مقام ومرتبہ بیان کیا گیا ہے کیوں کہ اس موقع پر ان نفوس قدسیہ کے ساتھ بڑی گستاخیاں کی جاتی ہیں۔

اس کے بعد تعزیہ داری کے آغاز کی تاریخ کا ذکر کرتے ہوئے بالترتیب، بریلوی، دیوبندی اور اہل حدیث مسلک کے علماء ومفتیان حضرات کے فتاوی واقوال متعلقہ تعزیہ داری ودیگر رسوم محرم مندرج کیے گئے ہیں۔ اور آخر میں شیعہ حضرات کے یہاں معتبر مانی جانے والی کتاب نہج البلاغہ سے کچھ اقتباسات نقل کیے گئے ہیں اور اس کے بعد شیعی عالم ڈاکٹر موسی موسوی کی کتاب سے ایک اقتباس ہے۔

اللہ رب العزت سے دعاء ہے کہ اس متواضع کوشش کو قبول فرمائے اور اس رسالہ سے اصلاح کا عمل آسان فرمائے۔

إن أريد إلا الإصلاح ما استطعت، وما توفيقي إلا بالله، عليه توكلت وإليه أنيب۔

اسعد اعظمی۔ بنارس

۲۲ر محرم الحرام ۱۴۳۱ھ

۹ر جنوری ۲۰۱۰ء

# ماہ محرم

## اہمیت اور مسائل

اللہ رب العزت نے انسان کو پیدا کرنے کے بعد اس کو زندگی گزارنے کے لئے شریعت نازل کر کے ہر طرح اس کی رہنمائی فرمائی۔ اس دنیا میں انسان کو کیا کرنا ہے اور کیا نہیں کرنا ہے اس کو قرآن اور حدیث کے ذریعہ واضح طور پر بیان کر دیا۔ اسلامی سال کے پہلے مہینے محرم الحرام کے تعلق سے شرعی تعلیمات کیا کہتی ہیں، اس مہینہ میں کیا کرنا چاہئے اور کن چیزوں سے بچنا چاہئے سطور ذیل میں مختصراً انہیں بیان کیا جارہا ہے:

### ۱- حرمت والا مہینہ:

قرآن کریم کی سورہ توبہ کی آیت نمبر (۳۶) میں کہا گیا ہے کہ ﴿إِنَّ عِدَّةَ الشُّهُورِ عِندَ اللّهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْراً فِي كِتَابِ اللّهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمَاوَات وَالأَرْضَ مِنْهَا أَرْبَعَةٌ حُرُمٌ﴾ اللہ تعالی کے یہاں مہینوں کی تعداد (۱۲) ہے، اور ان میں سے چار مہینے حرمت وادب والے ہیں، بخاری ومسلم میں مروی نبی اکرم ﷺ کی حدیث میں بیان کیا گیا ہے کہ وہ چار مہینے یہ ہیں: (۱) ذوالقعدہ (۲) ذوالحجہ (۳) محرم (۴) رجب۔ ان مہینوں میں قتل وقتال اور لوٹ مار وغیرہ خاص طور سے ممنوع ہیں اور ان مہینوں کے ادب واحترام کا تاکیدی حکم دیا گیا ہے۔

## ۲-حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کی نجات کا مہینہ:

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے نبی بنا کر فرعون کے پاس بھیجا تھا، موسیٰ علیہ السلام کی قوم بنو اسرائیل اس وقت مصر میں فرعون کا ظلم وستم برداشت کر رہی تھی، موسیٰ علیہ السلام کی بعثت کا ایک مقصد یہ بھی تھا کہ وہ بنو اسرائیل کو فرعون کے چنگل سے نجات دلائیں، موسیٰ علیہ السلام فرعون کو اللہ کا پیغام پہنچاتے رہے اور اس سے بنی اسرائیل کی آزادی کا مطالبہ کرتے رہے مگر وہ کوئی بات ماننے کے لئے تیار نہ تھا، ایک رات موسیٰ علیہ السلام اللہ کے حکم سے بنو اسرائیل کو لے کر مصر سے چل پڑے، جب صبح ہوئی اور فرعون کو پتہ چلا کہ بنو اسرائیل راتوں رات یہاں سے نکل گئے تو اس نے اپنے لاؤ لشکر کے ساتھ ان کا پیچھا کیا۔ ادھر بنی اسرائیل کے مصر سے نکلنے کے وقت ایک دریا ان کے راستے میں پڑا، اللہ کے حکم سے اس کے بیچ میں معجزاتی طور پر خشک راستہ بن گیا اور بنی اسرائیل دریا پار کر گئے، فرعون بھی اپنے لشکر کو لے کر اسی راستہ پر چلا مگر جیسے ہی وہ بیچ دریا میں پہنچا اللہ کے حکم سے وہ خشک راستہ دوبارہ پانی سے بھر گیا اور فرعون اور اس کے تمام ساتھی غرق ہو گئے، اس طرح بنو اسرائیل کو ہمیشہ ہمیش کے لئے فرعون اور اس کے ظلم وتشدد سے نجات مل گئی، قرآن میں جگہ جگہ اس واقعہ کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے، مثال کے طور پر ملاحظہ ہو: سورہ یونس، آیت نمبر: ۹۰ تا ۹۲، سورہ شعراء، آیت نمبر ۶۰ تا ۶۷، یہ انتہائی عبرتناک واقعہ ہے، اس کی تفصیل مذکورہ آیتوں اور ان کی تفسیروں میں پڑھ کر عبرت حاصل کرنا چاہئے اور اپنا ایمان مضبوط کرنا چاہئے۔

واضح ہو کہ بنو اسرائیل کی نجات کا یہ واقعہ محرم کے مہینے کی دسویں تاریخ کو پیش آیا تھا جس کو عاشوراء کا دن کہا جاتا ہے، صحیح حدیثوں میں اس کی دلیل موجود ہے،

یہاں صرف ایک حدیث بیان کرنے پر اکتفا کیا جاتا ہے:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب نبی اکرم ﷺ مدینہ تشریف لائے تو آپ نے دیکھا کہ یہودی عاشوراء کے دن روزہ رکھتے ہیں، آپ نے دریافت کیا کہ اس کی کیا وجہ ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ یہ مبارک دن ہے، اسی دن اللہ تعالی نے بنی اسرائیل کو ان کے دشمنوں سے نجات دلائی تھی جس کے شکرانے میں حضرت موسی علیہ السلام نے روزہ رکھا، آپ نے فرمایا: میں حضرت موسی کا تم سے زیادہ حقدار ہوں، چنانچہ آپ نے اس دن روزہ رکھا اور روزہ رکھنے کا حکم بھی دیا۔ (بخاری ومسلم)

## ۳- عاشوراء کا روزہ:

حدیث مذکور سے یہ بات بھی ثابت ہوگئی کہ مسلمانوں (امت محمدیہ) کو اس دن روزہ رکھنے کا حکم دیا گیا ہے، عاشوراء کا یہ روزہ سنت ہے اور اس کا ثواب صحیح مسلم وغیرہ کی حدیث میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ اس سے گذشتہ ایک سال کے گناہ معاف ہوتے ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ رمضان کے بعد محرم کا روزہ رکھنا سب سے افضل ہے۔ (مسلم)

صحیح مسلم وغیرہ کی ایک دوسری حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ یہودیوں کی مخالفت کرتے ہوئے دسویں محرم کے ساتھ نویں محرم کا روزہ بھی ملا لینا چاہئے،

احادیث صحیحہ صریحہ سے ثابت ان روزوں کا خصوصی اہتمام کرنا چاہئے، اور اجر عظیم حاصل کرنا چاہئے، افسوس کہ ضعیف اور موضوع روایتوں میں مذکور روزوں کا بعض لوگ بڑا اہتمام کرتے ہیں اور بخاری ومسلم جیسی حدیث کی صحیح ترین کتابوں

میں وارد حدیثوں میں بیان کی گئی فضیلتوں کے حصول سے ان کو کوئی مطلب نہیں ہوتا۔

## ۴-بدعات ومحرمات سے اجتناب:

محرم کی دسویں تاریخ ہی کو نواسۂ رسول حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہ کو شہید کردیا گیا تھا، جو بلاشبہ ایک الم انگیز واقعہ ہے، شیعہ حضرات اس واقعہ کو بنیاد بنا کر محرم کے تقریبا پورے مہینہ کو غم والم کا مہینہ قرار دیتے ہیں، محرم کا مہینہ شروع ہوتے ہی مجلسیں منعقد کر کے اس واقعہ کی تفصیلات سناتے ہیں، جن میں صحابہ کرام اور خلفائے راشدین کو لعن طعن کرتے ہیں، اسی طرح حضرت حسین کا تعزیہ بناتے ہیں، اس سے منتیں مانگتے ہیں، شروع مہینہ ہی سے ماتم شروع کردیتے ہیں، سیاہ کپڑے پہنتے ہیں، نوحہ کرتے وگریبان چاک کرتے ہیں، محرم کو سوگ کا مہینہ قرار دے کر اس میں شادی بیاہ نہیں کرتے، وغیرہ وغیرہ۔

واضح رہے کہ یہ تمام اعمال ورسومات خالص شیعی ہیں، اہل سنت کا ان سے کوئی تعلق نہیں، اہل حدیث، دیوبندی وبریلوی تینوں فرقے ان اعمال کے بدعت ہونے اور حرام ہونے پر متفق ہیں، کیونکہ یہ تمام اعمال اسلامی تعلیمات کی رو سے حرام وممنوع ہیں۔اس تعلق سے تمام مکاتب فکر کے علما کے اقوال وفتاوی آئندہ صفحات میں ذکر کیے جائیں گے۔

سوگ اور غم منانے کے تعلق سے شریعت اسلامیہ کا جو موقف ہے اس کو سمجھنے کے لیے درج ذیل احادیث پر غور کرنا چاہیے:

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ وہ شخص ہم میں سے نہیں جو (کسی کی موت پر) رخساروں پر طمانچے مارے، گریبان پھاڑے اور جاہلیت کی پکار پکارے۔ (بخاری ومسلم)

رسول اللہ ﷺ سے بیعت اور عہد کرنے والی ایک صحابیہ فرماتی ہیں کہ وہ بھلائی کے کام جن کے کرنے کا رسول اللہ ﷺ نے ہم سے عہد لیا تھا ان میں یہ عہد بھی تھا کہ ہم چہرہ نہ نوچیں، ہلاکت کی بددعا نہ کریں، گریبان چاک نہ کریں اور بال نہ بکھیریں۔ (ابوداود، بسند حسن)

ایک حدیث میں رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ کسی عورت کے لیے جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتی ہے یہ جائز نہیں کہ وہ کسی میت پر تین دن سے زیادہ سوگ کرے، ہاں شوہر (کی وفات) پر چار مہینہ دس دن سوگ منانا جائز ہے۔ (بخاری ومسلم)

شیخ عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

حضرت حسین کی شہادت والے دن کو غم کا دن کہنا جائز ہوتا تو اس سے کہیں زیادہ حقدار دوشنبہ کا دن ہے کہ اسی روز نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے وفات پائی۔ (غنیۃ الطالبین ۲/۱۲۴)

## تنبیہ:

شیعہ حضرات نے محبت حسین کے دعوی کے ساتھ یوم عاشوراء اور ماہ محرم کو غم والم اور سوگ کا مہینہ قرار دیا تو دوسری طرف دشمنان علی وحسین (خارجیوں اور ناصبیوں) نے شہادت حسین کے دن (عاشوراء) کو خوشی ومسرت کا دن قرار دیا اور اس کی فضیلت میں جھوٹی حدیثیں گھڑ لیں، اس دن وہ اچھے پکوان پکاتے اور مختلف انداز سے خوشیاں مناتے ہیں، اہل اسلام کو ان دونوں قسم کی بدعتوں سے پرہیز کرنا چاہئے۔ ائمہ اربعہ اور دیگر علماء نے ان کو پسند نہیں کیا اور نہ ان اعمال کی کوئی شرعی دلیل ہے۔

# صحابہ کرام کا مقام ومرتبہ

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اور آپ کی تربیت سے مشرف ہونے والے آپ کے اصحاب جن کے ذریعہ یہ دین ہم تک پہنچا اور جن کی مخلصانہ جدوجہد اور قربانیوں سے گلشن اسلام میں بہار آئی ان کا شریعت میں کیا درجہ ومقام ہے اس کی وضاحت کے لیے قرآن وسنت میں آیات واحادیث کی ایک بڑی تعداد ہے جن میں سے بغرض اختصار ہم صرف تین آیتیں اور تین حدیثیں نقل کرنے پر اکتفا کرتے ہیں:

آیات کریمہ:

۱ — قوله تعالىٰ: ﴿كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ﴾ (آل عمران:۱۱۰)

[تم بہترین امت ہو جو لوگوں کے لیے ہی پیدا کی گئی ہے کہ تم نیک باتوں کا حکم کرتے ہو اور بری باتوں سے روکتے ہو اور اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہو]

علامہ ابن کثیر فرماتے ہیں کہ یہ آیت پوری امت کے سلسلے میں عام ہے، اور ان میں سب سے بہتر وہ لوگ ہیں جن میں رسول بھیجے گئے، پھر وہ لوگ ہیں جو ان کے بعد ہیں، پھر وہ جو ان کے بعد ہیں۔ (تفسیر ابن کثیر :۱/۳۹۱)

۲ — قوله تعالىٰ: ﴿مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ تَرَاهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِّنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِم مِّنْ أَثَرِ السُّجُودِ ذَٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرَاةِ وَمَثَلُهُمْ

فِيْ الْإِنجِيْلِ كَزَرْعٍ أَخْرَجَ شَطْأَهُ فَآزَرَهُ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوَى عَلَى سُوقِهِ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ وَعَدَ اللَّهُ الَّذِيْنَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ مِنْهُم مَّغْفِرَةً وَأَجْراً عَظِيْماً ﴿ (الفتح:۲۹)

[محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور جولوگ ان کے ساتھ ہیں کافروں پر سخت ہیں آپس میں رحمدل ہیں، تو انہیں دیکھے گا کہ رکوع اور سجدے کر رہے ہیں اللہ تعالی کے فضل اور رضامندی کی جستجو میں ہیں، ان کا نشان ان کے چہروں پر سجدوں کے اثر سے ہے، ان کی یہی مثال تورات میں ہے، اوران کی مثال انجیل میں ہے مثل اس کھیتی کے جس نے اپنا پٹھا نکالا، پھر اسے مضبوط کیا اور وہ موٹا ہوگیا پھر اپنے تنے پر سیدھا کھڑا ہوگیا اور کسانوں کوخوش کرنے لگا تا کہ ان کی وجہ سے کافروں کو چڑائے، ان ایمان والوں اور نیک اعمال والوں سے اللہ نے بخشش کا اور بہت بڑے ثواب کا وعدہ کیا ہے۔]

امام مالک سے مروی ایک روایت کے مطابق وہ اس آیت سے استنباط کرتے ہیں کہ جولوگ صحابہ سے بغض رکھتے ہیں وہ کافر ہیں، کیونکہ وہ صحابہ سے دشمنی رکھتے ہیں اور جو صحابہ سے دشمنی رکھے وہ اس آیت کے اعتبار سے (لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ) کافر ہے۔ اہل علم کی ایک جماعت بھی امام مالک کی تائید کرتی ہے۔ (تفسیر ابن کثیر:۴/۲۰۴)

۳۔قوله تعالى: ﴿وَالسَّابِقُونَ الأَوَّلُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالأَنصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوهُم بِإِحْسَانٍ رَّضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ وَأَعَدَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الأَنْهَارُ خَالِدِيْنَ فِيْهَا أَبَداً ذَلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴾ (التوبۃ:۱۰۰)

[اور جومہاجرین اورانصار سابق اور مقدم ہیں اور جتنے لوگ اخلاص کے

ساتھ ان کے پیرو ہیں اللہ ان سب سے راضی ہوا اور وہ سب اس سے راضی ہوئے اور اللہ نے ان کے لیے ایسے باغ مہیا کرر کھے ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی جن میں ہمیشہ رہیں گے یہ بڑی کامیابی ہے۔]

احادیث نبویہ:

١۔ عن ابن مسعود رضی الله عنه قال : قال رسول الله ﷺ : "خَيْرُ النَّاسِ قَرْنِيْ، ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ، ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ، ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ....." (بخاری:٣٦٥٠ مسلم:٢٥٣٣)

[سب سے بہتر لوگ میرے زمانے والے ہیں، پھر ان کے بعد والے، پھر ان کے بعد والے، پھر ان کے بعد والے......]

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ سب سے بہتر زمانہ نبی ﷺ کا زمانہ تھا، اور اس سے مراد آپ کے صحابہ ہیں۔(شرح مسلم للنووی:١٦/٨٤)

٢۔ عن أبي بردة عن أبيه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "....النُّجُوْمُ أَمَنَةٌ لِلسَّمَاءِ، فَإِذَا ذَهَبَتِ النُّجُوْمُ أَتَى السَّمَاءَ مَاتُوْعَدُ، وَأَنَا أَمَنَةٌ لِأَصْحَابِيْ، فَإِذَا ذَهَبْتُ أَتَى أَصْحَابِيْ مَايُوْعَدُوْنَ، وَأَصْحَابِي أَمَنَةٌ لِأُمَّتِيْ، فَإِذَا ذَهَبَ أَصْحَابِي أَتَى أُمَّتِي مَا يُوْعَدُوْنَ۔" (مسلم:٢٥٣١)

[تارے آسمان کے لیے بچاؤ ہیں، جب تارے مٹ جائیں گے تو آسمان پر جس بات کا وعدہ ہے وہ آجائے گی۔ (یعنی قیامت آجائے گی اور آسمان پھٹ کر خراب ہوجائے گا) اور میں بچاؤ ہوں اپنے اصحاب کا، جب میں چلا جاؤں گا تو

میرے اصحاب پر بھی وہ وقت آجائے گا جس کا وعدہ ہے (یعنی فتنہ وفساد اور لڑائیاں) اور میرے اصحاب بچاؤ ہیں میری امت کے لیے، جب اصحاب چلے جائیں گے تو میری امت پر وہ وقت آجائے گا جس کا وعدہ ہے۔

۳۔ عن أبي سعيد الخدري رضي الله عنه قال قال رسول الله ﷺ: " لَا تَسُبُّوا أَصْحَابِيْ ،فَلَوْ أَنَّ أَحَدَكُمْ أَنْفَقَ مِثْلَ أُحُدٍ ذَهَباً مَا بَلَغَ مُدَّ أَحَدِهِمْ وَلَا نَصِيْفَهُ " (بخاری:۳۶۷۳)

میرے اصحاب کو گالی نہ دو، کیونکہ تم میں کا کوئی آدمی اُحد پہاڑ کے برابر بھی سونا (اللہ کی راہ میں) خرچ کرے گا تو ان کی طرف سے خرچ کیے گئے ایک مد (تقریباً آدھا کلو) کو بھی نہیں پہنچے گا اور نہ اس سے بھی آدھے کو۔

## اہل علم کے اقوال:

۱۔ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فقہ اکبر میں فرماتے ہیں:

"أفضل الناس بعد رسول الله ﷺ أبو بكر الصديق ،ثم عمر بن الخطاب الفاروق، ثم عثمان ذو النورين ،ثم علي ابن أبي طالب، رضوان الله تعالى عليهم أجمعين،عابدين على الحق ومع الحق، نتولاهم جميعا، ولا نذكر أحدا من أصحاب رسول الله عليه الصلاة والسلام الا بخير"(الفقہ الاکبر ص: ۸-۹،مطبع صدیقی ،لاہور،۱۲۹۹ھ)

رسول اللہ ﷺ کے بعد سب سے افضل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں، پھر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ، پھر حضرت عثمان ذی النورین رضی اللہ

عنہ، پھر حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ہیں، یہ سب لوگ حق پر اور حق کے ساتھ عبادت کرنے والے تھے، ہم (اہل سنت) تمام صحابہ رسول سے محبت کرتے ہیں اور انہیں بھلائی سے ہی یاد کرتے ہیں۔

۲۔امام آجری فرماتے ہیں: جس نے صحابہ کو گالی دی گویا رسول اللہ ﷺ کو گالی دی، اور جس نے رسول اللہ ﷺ کو گالی دی وہ اللہ تعالیٰ، فرشتے اور تمام انسانوں کی لعنت کا مستحق ہوا۔ (الشریعة للآجری: ۵۴۳/۴)

۳۔امام ابو زرعہ رازی فرماتے ہیں: جب تم کسی کو دیکھو کہ کسی صحابی کی تنقیص کررہا ہے تو جان لو کہ وہ زندیق ہے، کیونکہ اللہ کے رسول ﷺ ہمارے نزدیک برحق ہیں، اور قرآن برحق ہے، اور اس قرآن وسنت کو ہم تک صحابہ ہی نے پہنچایا ہے، اور یہ (صحابی کی تنقیص کرنے والے) لوگ چاہتے ہیں کہ ہمارے گواہوں (راویوں) کو مطعون کردیں تاکہ کتاب وسنت کو باطل ٹھہرادیں، ایسے لوگوں ہی کو مطعون کرنا بہتر ہے یہ لوگ زندیق ہیں (الکفایۃ، ص:۹۷)

۴۔امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ صحابہ کے بارے میں امت کا عقیدہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ سے محبت رکھتے ہیں، ان میں سے کسی ایک سے بھی محبت میں کوئی کمی نہیں کرتے، اور نہ ان میں سے کسی ایک سے براءت ظاہر کرتے ہیں۔ اور جو ان سے بغض رکھے اور ان کو خیر وحق کے ساتھ یاد نہ کرے ہم اس سے بغض رکھتے ہیں، ہم ان کا ذکر محض خیر کے ساتھ کرتے ہیں۔ ان کی محبت دین، ایمان اور احسان ہے اور ان سے عداوت کفر ونفاق ہے۔

(عقیدہ طحاویہ، ص:۵۳۔۵۴)

۵۔امام ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اس سے بڑا گمراہ کون ہوگا جس کے دل میں ان چنندہ مومنین جو کہ انبیاء کے بعد اللہ تعالیٰ کے اولیاء کے سردار ہیں (یعنی صحابہ کرام) ان سے بغض ہو، یہود و نصاریٰ نے تو ان کو فضیلت دی تھی، چنانچہ یہود سے پوچھا گیا کہ تمہاری ملت کے سب سے بہترین لوگ کون تھے؟ انہوں نے کہا کہ موسیٰ علیہ السلام کے صحابہ، عیسائیوں سے پوچھا گیا کہ تمہاری ملت کے سب سے بہترین لوگ کون تھے؟ انہوں نے جواب دیا کہ عیسیٰ علیہ السلام کے صحابہ۔

اور جب روافض سے پوچھا گیا کہ تمہاری ملت کے سب سے بدتر کون لوگ ہیں؟ تو انہوں نے کہا کہ محمد کے صحابہ۔ اور ان میں سے تھوڑے لوگوں ہی کو الگ کیا۔ حالانکہ ان میں سے جن کو یہ لوگ گالی دیتے ہیں ان میں بہت سے ایسے ہیں جو ان لوگوں سے کئی گنا بہتر اور افضل ہیں جنہیں ان لوگوں نے الگ کیا۔ (شرح عقیدہ طحاویہ، ص:۴۶۹)

۶۔شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ غنیۃ الطالبین میں لکھتے ہیں: ''سارے اہل سنت اس بات پر متفق ہیں کہ صحابہ کرام کی جنگوں میں بحث سے باز رہا جائے اور انھیں برا کہنے سے پرہیز کیا جائے، ان کے فضائل اور ان کی خوبیاں ظاہر کی جائیں اور ان بزرگوں کا معاملہ رب کے سپرد کیا جائے، جیسے وہ اختلافات جو حضرت علی، حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت عائشہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہم میں واقع ہوئے۔'' (غنیۃ الطالبین:۱/۱۸۶، نفیس اکیڈمی، کراچی)

مولانا احمد رضا خاں لکھتے ہیں:

اللہ عزوجل نے سورہ حدید میں صحابہ کرام سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی دو

قسمیں فرمائیں،ایک وہ کہ قبل فتح مکہ مشرف بہ ایمان ہوئے اور راہ خدا میں مال خرچ کیا،جہاد کیا۔دوسرے وہ کہ بعد (فتح مکہ مشرف بہ ایمان ہوئے) پھر فرمایا ﴿وَكُلًّا وَعَدَ اللَّهُ الْحُسْنَى﴾ دونوں فریق (فتح مکہ سے قبل اور فتح مکہ سے بعد والوں) سے اللہ تعالیٰ نے بھلائی کا وعدہ فرمایا،اور جن سے بھلائی کا وعدہ کیا ان کو فرماتا ہے:﴿... أُولَٰئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُونَ (101) لَا يَسْمَعُونَ حَسِيسَهَا وَهُمْ فِي مَا اشْتَهَتْ أَنفُسُهُمْ خَالِدُونَ (102)لَا يَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ الْأَكْبَرُ وَتَتَلَقَّاهُمُ الْمَلَائِكَةُ هَٰذَا يَوْمُكُمُ الَّذِي كُنتُمْ تُوعَدُونَ۔ (سورۃ الانبیاء آیت ۱۰۱-۱۰۳)

وہ جہنم سے دور رکھے گئے ہیں،اس کی بھنک تک نہ سنیں گے،اور وہ لوگ اپنی جی چاہی چیزوں میں ہمیشہ رہیں گے،قیامت کی وہ سب سے بڑی گھڑی انہیں غمگین نہ کرے گی،فرشتے ان کا استقبال کریں گے،یہ کہتے ہوئے کہ یہ ہے تمہارا وہ دن جس کا تم سے وعدہ (کیا گیا) تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہر صحابی کی یہ شان اللہ عزوجل بتاتا ہے تو جو کسی صحابی پر طعنہ کرے اللہ واحد قہار کو جھٹلاتا ہے۔اور ان کے بعض معاملات جن میں اکثر حکایات کاذبہ ہیں ارشاد الٰہی کے مقابل پیش کرنا اہل اسلام کا کام نہیں۔ رب عزوجل نے اسی آیت میں اس کا منھ بھی بند فرمادیا کہ دونوں فریق صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بھلائی کا وعدہ کرکے ساتھ ہی ارشاد فرمادیا:﴿ واللّٰه بما تعملون خبیر﴾ اور اللہ کو خوب خبر ہے جو تم کروگے۔

بایں ہمہ میں تم سب سے بھلائی کا وعدہ فرماچکا۔اس کے بعد جو کوئی بکے اپنا سر کھائے،خود جہنم میں جائے۔علامہ شہاب الدین خفاجی نسیم الریاض شرح شفائے امام قاضی عیاض میں فرماتے ہیں:

ومن یکون یطعن فی معاویة فذاك من کلاب الهاویة

''جو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر طعن کرے وہ جہنمی کتوں سے ایک کتا ہے۔'' (احکام شریعت: ۱/۱۰۸۔۱۰۹، ناشر: اسلامی پباشر، دہلی)

امامت کے تعلق سے ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے مولانا احمد رضا خاں فرماتے ہیں:

''......بعض صحابہ کرام مثل امیر معاویہ وعمرو بن عاص وابوموسیٰ اشعری ومغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو برا کہتے ہیں، ان کے پیچھے نماز بکراہت شدیدہ تحریمہ مکروہ ہے کہ انہیں امام بنانا حرام اور ان کے پیچھے نماز پڑھنی گناہ اور جتنی پڑھیں ہوں سب کا پھیرنا واجب۔'' (احکام شریعت: ۱/۱۳۱)

مولانا شمس الدین احمد جعفری رضوی قانون شریعت میں لکھتے ہیں:

**عقیدہ:** انبیاء ومرسلین کے بعد تمام مخلوقات الٰہی جن وانس وملک سے افضل صدیق اکبر ہیں، پھر عمر فاروق اعظم، پھر عثمان غنی، پھر مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ جو شخص مولیٰ علی کو صدیق یا فاروق سے افضل بتائے وہ گمراہ بدمذہب ہے۔

سب صحابی اہل خیر وصلاح ہیں اور عادل وثقہ ہیں۔ جب کسی صحابی کا ذکر ہو تو خیر ہی کے ساتھ ہونا فرض ہے۔

**عقیدہ:** کسی صحابی کے ساتھ بدعقیدگی گمراہی وبدمذہبی ہے۔ حضرت امیر معاویہ، حضرت عمرو بن عاص، حضرت وحشی وغیرہ کسی صحابی کی شان میں بے ادبی تبرا ہے اور اس کا قائل رافضی۔ حضرات شیخین کی توہین بلکہ ان کی خلافت سے انکار ہی فقہاء کے نزدیک کفر ہے۔

**عقیدہ:** کوئی ولی کتنے ہی بڑے مرتبہ کا ہو کسی صحابی کے رتبہ کو نہیں پہنچتا،

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی جنگ خطائے اجتہادی ہے، جو گناہ نہیں، اس لیے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو ظالم، باغی، سرکش یا اور کوئی برا کلمہ کہنا حرام و ناجائز بلکہ تبرا اور رفض ہے۔

(قانون شریعت، مولانا شمس الدین احمد جعفری رضوی: حصہ اول، صفحہ ۳۱۔ مطبوعہ اسرار کریمی پریس الٰہ آباد)

# تعزیہ داری کا آغاز

مشہور مؤرخ اکبر خاں نجیب آبادی تعزیہ داری کے آغاز کی تاریخ پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں:

۳۵۲ھ کے شروع ہونے پر ابن بویہ (معز الدولہ) نے حکم دیا کہ دسویں محرم کو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے غم میں تمام دکانیں بند کر دی جائیں ،بیع وشراء بالکل موقوف رہے،شہرو دیہات کے تمام لوگ ماتمی لباس پہنیں اور اعلانیہ نوحہ کریں،عورتیں اپنے بال کھولے ہوئے چہروں کو سیاہ کئے ہوئے ،کپڑوں کو پھاڑے ہوئے ،سڑکوں اور بازاروں میں مرثیے پڑھتی اور منہ نوچتی اور چھاتیاں پیٹتی ہوئیں نکلیں۔شیعوں نے اس حکم کی بخوشی تعمیل کی مگر اہل سنت دم بخود اور خاموش رہے ، بلکہ شیعوں کی حکومت تھی۔

آئندہ سال ۳۵۳ھ میں پھر اسی حکم کا اعادہ کیا گیا اور سنیوں کو بھی اس کی تعمیل کا حکم دیا گیا۔اہل سنت اس ذلت کو برداشت نہ کر سکے،چنانچہ شیعہ سنیوں میں فساد برپا ہوا،بہت بڑی خونریزی ہوئی ،اس کے بعد شیعوں نے ہر سال اس رسم کو زیر عمل لانا شروع کر دیا اور آج تک اس کا رواج ہندوستان میں ہم دیکھ رہے ہیں ۔عجیب بات یہ ہے کہ ہندوستان میں اکثر سنی لوگ بھی تعزیہ بناتے ہیں۔

(تاریخ اسلام،از اکبر خاں نجیب آبادی:۲/۵۶۵-۵۶۶ مکتبہ رحمت،دیو بند)

# تعزیہ داری

# اور

# متعلقہ رسم ورواج

## بریلوی علماء کی نظر میں

# مولانا احمد رضا خان اور تعزیہ داری

یہ بات معلوم ہونی چاہیے کہ مولانا احمد رضا خاں تعزیہ داری اور اس سے متعلقہ تمام رسم ورواج کے سخت خلاف تھے،اس موضوع پر آپ کے دو مستقل رسالے ہیں:(۱) رسالہ تعزیہ داری (۲) اعالی الافادۃ فی تعزیۃ الہند وبیان الشہادۃ۔اس کے علاوہ آپ کی دیگر تصانیف میں جگہ جگہ ان امور پر تنبیہ موجود ہے،خاص طور پر آپ کی مشہور کتاب فتاوی رضویہ میں اس موضوع سے متعلق بہت سارے فتاوی مندرج ہیں۔بطور نمونہ یہاں چند فتاوی واقوال ذکر کیے جارہے ہیں۔

فتاوی رضویہ میں ایک جگہ لکھتے ہیں:

تعزیہ جس طرح رائج ہے نہ ایک بدعت،مجمع بدعات ہے۔نہ وہ روضۂ مبارک کا نقشہ ہے اور ہو تو ماتم وسینہ کوبی اور تاشے باجوں کے گشت اور خاک میں دبانا یہ کیا روضۂ مبارک کی شان ہے۔اور پریوں اور براق کی تصویریں بھی شاید روضۂ مبارک میں ہوں گی،امام عالی مقام کی طرف اپنی ہوسات مخترعہ کی نسبت امام رضی اللہ تعالی عنہ کی توہین ہے،کیا توہین امام قابل تعظیم ہے۔کعبہ معظّمہ میں زمانہ جاہلیت میں مشرکین نے سیدنا ابراہیم وسیدنا اسماعیل علیہما الصلوۃ والسلام کی تصویریں بنائیں اور ہاتھ میں پانسے دیے تھے جن پر لعنت فرمائی اور ان تصویروں کو محو فرمادیا۔یہ تو انبیائے عظام کی طرف نسبت تھی کیا اس سے وہ ملعون پانسے معظم ہوگئے یا تصویریں قابل ابقا۔اور اسے ضروری کہنا تو اور سخت افترائے اخبث ہے،وہ بھی کس پر،شرع مطہر پر﴿إِنَّ الَّذِينَ يَفْتَرُونَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُونَ﴾۔

اور اس کے منکر کو یزید کہنا رفض پلید ہے، تعزیہ میں کسی قسم کی امداد جائز نہیں۔ قال اللہ تعالیٰ: ﴿ وَلاَ تَعَاوَنُواْ عَلَى الإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ﴾ ۔

طریقہ مذکورہ ضرور فسق واتباع روافض ہے، اور تعزیہ کو جائز سمجھنا فساد عقیدہ، مگر انکار ضروریات دین نہیں کہ کافر ہو، نہ اس سے حنفیت زائل ہو کہ گناہ مزیل حنفیت ہو تو سوا اجلہ اکابر اولیاء کے کوئی حنفی نہ ہو سکے، معتزلہ اصولا بددین تھے اور فروعا حنفی۔ جو قول باطل دوسرے کو کہا جائے اس کا وبال قائل پر آتا ہے، بعینہ وہی قول پلٹنا مطلق نہیں، کسی کو ناحق گدھا کہنے سے قائل گدھا نہ ہو جائے گا، یو ہیں کسی مسلمان سنی کو یزید کہنے والا یزید نہ ہو جائے گا، بلکہ اس میں روافض کا پیرو، اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے، اور اس سے بیعت ممنوع و ناقابل ابقاء۔ حاضرین میں ہر ایک پر اپنا گناہ ہے، اور بانی وداعی پر ان سب کے برابر۔ **لا ینقص من أوزارهم شئی ۔ والله تعالى أعلم۔**

(فتاویٰ رضویہ: ۱۰/۲۰۷-۲۰۸ حصہ دوم۔ مکتبۂ رضا ایوان عرفان بیلپور، ضلع پیلی بھیت)

درج ذیل سوال وجواب بھی ملاحظہ ہوں:

مسئلہ: (۱)۔ بعض اہل سنت وجماعت عشرۂ محرم میں نہ تو دن بھر روٹی پکاتے اور نہ جھاڑو دیتے ہیں، کہتے ہیں بعد دفن تعزیہ روٹی پکائی جائے گی۔ (۲) ان دس دن میں کپڑے نہیں اتارتے۔ (۳) ماہ محرم میں کوئی بیاہ شادی نہیں کرتے۔ (۴) ان ایام میں سوائے امام حسن وامام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے کسی کی نیاز فاتحہ نہیں دلاتے، یہ جائز ہے یا ناجائز؟

**الجواب**: پہلی تینوں باتیں سوگ ہیں اور سوگ حرام ہے، اور چوتھی بات جہالت ہے، ہر مہینے میں ہر تاریخ میں ہر ولی کی نیاز اور ہر مسلمان کی فاتحہ ہو سکتی

ہے۔ **واللہ تعالیٰ أعلم**۔ (احکام شریعت:۱/۱۳۰،فتاوی رضویہ:۱۰/۲/۲۷ حصہ دوم)

یہ سوال و جواب بھی قابل توجہ ہے:

سوال: کیا حکم ہے اہل شریعت کا اس مسئلہ میں کہ

رافضیوں کی مجلس میں مسلمانوں کو جانا اور مرثیہ سننا، ان کی نیاز کی چیز لینا، خصوصا آٹھویں محرم کو جب ان کے یہاں حاضری ہوتی ہے کھانا جائز ہے یا نہیں؟ محرم میں بعض مسلمان ہرے رنگ کے کپڑے پہنتے ہیں، اور سیاہ کپڑوں کی بابت کیا حکم ہے؟

**الجواب**: جانا اور مرثیہ سننا حرام ہے، ان کی نیاز کی چیز نہ لی جائے، ان کی نیاز نیاز نہیں، اور وہ غالبًا نجاست سے خالی نہیں ہوتی، کم از کم ان کے ناپاک قلتین کا پانی ضرور ہوتا ہے، اور وہ حاضری سخت ملعون ہے اور اس میں شرکت موجب لعنت۔

محرم میں سیاہ اور سبز کپڑے علامت سوگ ہیں اور سوگ حرام ہے خصوصا سیاہ کہ شعار رافضیان لئام ہے۔ **واللہ تعالیٰ أعلم**۔ (احکام شریعت:۱/۱۲۹)

کسی سائل نے تعزیہ کے جواز پر دلالت کرنے والی دو حکایتوں کے بارے میں استفسار کیا جو ملفوظات حضرت سید عبد الرزاق بانسوی کی طرف منسوب تھیں، مولانا **احمد رضا خاں بریلوی** نے جواب دیا:

**الجواب**: دونوں حکایتیں محض غلط و بے اصل ہیں۔تعزیہ داروں کو نہ کوئی دلیل شرعی ملتی ہے نہ کسی معتمد کا قول۔مجبوراً حکایات بناتے ہیں۔ اسی ساخت کی حکایت کوئی شاہ عبد العزیز صاحب سے نقل کرتا ہے، کوئی مولانا شاہ عبد المجید صاحب سے، کوئی حضرت مولانا فضل رسول صاحب سے، کوئی مولوی فضل الرحمٰن صاحب سے، کوئی میرے حضرت جد امجد سے، رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم سے، اور سب باطل و

مصنوع ہیں۔

میں تو ابھی زندہ ہوں میری نسبت کہہ دیا کہ ہم نے اسے تعزیہ شاید علم بتائے کہ ان کے ساتھ جاتے دیکھا۔

(اس کے بعد دونوں حکایتوں کی تردید کرنے کے بعد کہتے ہیں)

ہاں خوب یاد آیا۔ ۳/ جمادی الآخرۃ ۲۷ھ کو تلہر سے ایک سوال آیا تھا کہ تو نے تعزیہ داری کو جائز کر دیا ہے۔ اس خبر کی کیا حقیقت ہے۔ ایک رافضی بڑے فخر سے اس روایت کو نقل کرتا ہے، ایضا تیرا اور چند علمائے بریلی کا فتویٰ طیار ہوا ہے کہ آیت تطہیر کے تحت میں ازواج مطہرات داخل نہیں، اس فتویٰ کی نقل اس رافضی کے پاس دیکھنے میں آئی ہے، فقط۔

اب فرمائیے اس سے بڑھ کر اور کیا ثبوت درکار، جب زندوں کے ساتھ یہ برتاؤ ہے تو احیائے عالم برزخ کی نسبت جو ہو کم ہے۔ **واللہ تعالی أعلم۔**

(فتاویٰ رضویہ: ۱۰/ ۳۷-۳۸ حصہ دوم)

## صدر الشریعہ مولانا امجد علی رضوی اعظمی

صدر الشریعہ مولانا امجد علی رضوی اعظمی خلیفہ مولانا احمد رضا خاں بریلوی مصنف بہار شریعت کی یہ تحریر بھی ملاحظہ ہو:

تعزیہ داری کہ واقعات کربلا کے سلسلے میں طرح طرح کے ڈھانچے بناتے اور ان کو حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالی عنہ کے روضہ پاک کی شبیہ کہتے ہیں۔

کہیں تخت بنائے جاتے ہیں، کہیں ضریح بنتی ہیں اور علم اور شدّے نکالے جاتے ہیں، ڈھول تاشے اور قسم قسم کے باجے بجائے جاتے ہیں، تعزیوں کا بہت دھوم دھام سے گشت ہوتا ہے۔ آگے پیچھے ہونے میں جاہلیت کے سے جھگڑے ہوتے ہیں کبھی درخت کی شاخیں کاٹی جاتی ہیں، کہیں چبوترے کھدوائے جاتے ہیں۔ تعزیوں سے منتیں مانی جاتی ہیں، سونے چاندی کے علم چڑھائے جاتے ہیں، ہار، پھول، ناریل چڑھاتے ہیں، وہاں جوتے پہن کر جانے کو گناہ جانتے ہیں، بلکہ اس شدت سے منع کرتے ہیں کہ گناہ پر بھی ایسی ممانعت نہیں کرتے، چھتری لگانے کو بہت برا جانتے ہیں۔ تعزیوں کے اندر دو مصنوعی قبریں بناتے ہیں، ایک پر سبز غلاف اور دوسری پر سرخ غلاف ڈالتے ہیں۔ سبز غلاف والی کو حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر اور سرخ غلاف والی کو حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر یا شبیہ قبر بتاتے ہیں۔ اور وہاں شربت، مالیدہ وغیرہ پر فاتحہ دلواتے ہیں، یہ تصور کر کے کہ حضرت امام عالی مقام کے روضہ اور مواجہہ اقدس میں فاتحہ دلا رہے ہیں۔ پھر یہ تعزیے دسویں تاریخ کو مصنوعی کربلا میں لے جا کر دفن کرتے ہیں۔ گویا یہ جنازہ تھا جسے دفن کر آئے۔ پھر تیجہ، دسواں، چالیسواں سب کچھ کیا جاتا ہے اور ہر ایک خرافات پر مشتمل ہوتا ہے۔

حضرت قاسم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مہندی نکالتے ہیں گویا ان کی شادی ہو رہی ہے اور مہندی رچائی جائے گی اور اسی تعزیہ داری کے سلسلہ میں کوئی پیک بنتا ہے جس کے کمر سے گھنگھرو بندھے ہوتے ہیں، گویا یہ حضرت امام عالی مقام کا قاصد اور ہرکارہ ہے جو یہاں سے خط لے کر ابن زیاد یا یزید کے پاس جائے گا اور وہ ہرکاروں کی طرح بھاگا پھرتا ہے۔

کسی بچہ کو فقیر بنایا جاتا ہے، اس کے گلے میں جھولی ڈالتے اور گھر گھر اس سے بھیک منگواتے ہیں، کوئی سقہ بنایا جاتا ہے، چھوٹی سی مشک اس کے کندھے سے لٹکتی ہے گویا یہ دریائے فرات سے پانی بھر کر لائے گا، کسی علم پر مشک لٹکتی ہے اور اس میں تیر لگا ہوتا ہے گویا یہ حضرت عباس علمبردار ہیں کہ فرات سے پانی لا رہے ہیں اور یزیدیوں نے مشک کو تیر سے چھید دیا ہے۔ اسی قسم کی بہت سی باتیں کی جاتی ہیں، یہ سب لغو و خرافات ہیں، ان سے ہرگز سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ خوش نہیں۔

یہ تم غور کرو کہ انھوں نے احیائے دین وسنت کے لئے یہ زبردست قربانیاں کیں اور تم نے معاذ اللہ اس کو بدعات کا ذریعہ بنالیا۔

بعض جگہ اسی تعزیہ داری کے سلسلے میں براق بنایا جاتا ہے جو عجب قسم کا مجسمہ ہوتا ہے کہ کچھ حصہ انسانی شکل کا ہوتا ہے اور کچھ حصہ جانور کا سا۔ شاید یہ حضرت امام عالی مقام کی سواری کے لئے ایک جانور ہوگا۔ کہیں دلدل بنتا ہے۔ کہیں بڑی بڑی قبریں بنتی ہیں۔

بعض جگہ آدمی ریچھ، بندر، لنگور بنتے ہیں اور کودتے پھرتے ہیں جن کو اسلام تو اسلام، انسانی تہذیب بھی جائز نہیں رکھتی۔ ایسی بری حرکت اسلام ہرگز جائز نہیں رکھتا۔ افسوس کہ محبت اہل بیت کرام کا دعویٰ اور ایسی بے جا حرکتیں۔ یہ واقعہ تمہارے لئے نصیحت تھا اور تم نے اس کو کھیل تماشا بنالیا۔

اسی سلسلے میں نوحہ و ماتم بھی ہوتا ہے اور سینہ کوبی ہوتی ہے، اتنے زور زور سے سینہ کوٹتے ہیں کہ ورم ہو جاتا ہے، سینہ سرخ ہو جاتا ہے، بلکہ بلکہ بعض جگہ زنجیروں اور چھریوں سے ماتم کرتے ہیں کہ سینے سے خون بہنے لگتا ہے۔ تعزیوں کے پاس مرثیہ پڑھا جاتا ہے اور تعزیہ جب گشت کو نکلتا ہے اس وقت بھی اس کے آگے مرثیہ پڑھا جاتا

ہے۔ مرثیہ میں غلط واقعات نظم کیے جاتے ہیں، اہل بیت کرام کی بے حرمتی اور بے صبری اور جزع فزع کا ذکر کیا جاتا ہے، اور چونکہ اکثر مرثیہ رافضیوں ہی کے ہیں بعض میں تبرا بھی ہوتا ہے۔

مگر اس رو میں سنی بھی اسے بے تکلف پڑھ جاتے ہیں اور انھیں اس کا خیال بھی نہیں ہوتا کہ کیا پڑھ رہے ہیں، یہ سب ناجائز اور گناہ کے کام ہیں۔

(بہار شریعت: ج ۴۔ حصہ ۱۶، ص: ۲۴۷ - ۲۴۸۔ تصنیف: مولانا محمد امجد علی اعظمی رضوی۔ فاروقیہ بک ڈپو۔ جامع مسجد دہلی ۶۔)

## مفتی جلال الدین احمد امجدی

مفتی جلال الدین احمد امجدی بانی مرکز تربیت افتاء، دارالعلوم امجدیہ اہل سنت ارشد العلوم، ضلع بستی، نے تو خطبات محرم کے نام سے ایک ضخیم کتاب تصنیف فرمائی ہے جس میں اس موضوع پر تفصیل سے گفتگو کی ہے۔ اسی کتاب میں آپ نے ''ایک فتوی مع تصدیقات علمائے اہل سنت'' کے عنوان سے درج ذیل سوال وجواب نقل کیا ہے:

### ایک فتویٰ مع تصدیقات علمائے اہل سنت

**سوال** :۱- (الف) مرجبہ تعزیہ داری جائز ہے یا ناجائز؟

(ب) علم اور شدے نکالنا نیز تعزیہ کو شب عاشورہ گلی کوچہ میں گشت کرانا پھر اسے دسویں محرم کو مصنوعی کربلا میں لے جاکر دفن کرنا، پہلی محرم سے ڈھول وتاشہ

بجانا، پھر عاشورہ کے دن تعزیہ کے آگے آگے باجہ بجاتے ہوئے اسے مصنوعی کربلا تک لے جانا یہ شرعاً کیسا ہے؟ نیز تعزیہ داری، علم اور شدے کی اصل کیا ہے؟

سوال:۲- ڈھول، تاشے اور شدے وغیرہ کو مسجد یا فنائے مسجد میں رکھنا شرعاً کیسا ہے؟ نیز مسجد یا فنائے مسجد میں رکھے ہوئے ڈھول، تاشے، علم اور شدے کو باہر نکال کر پھینکنے والا شرعاً مجرم ہوگا یا نہیں؟ **بینوا توجروا۔**

**جواب:۱-** (الف) تعزیہ داری مروجہ ہند ناجائز و بدعت سیئہ وحرام ہے۔ **والتفصیل فی اعالی الإفادۃ۔ واللہ تعالیٰ أعلم۔**

(ب) یہ سب بھی ناجائز وحرام قاتل اہل اسلام، اور جب یہ ناجائز اور حرام ہیں تو ان کی اصل کیا ہو سکتی ہے؟ ہاں، اگر سائل کی مراد یہ ہو کہ یہ کس کی نقل ہے کہ جس کی نقل ہو اس کی اصل قرار دی جائے تو نظر غائر میں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ علم اور شدے جو نیزوں اور جھنڈوں کی شکل میں ہوتے ہیں، غالباً یزید فوج کے اس فعل کی نقل ہے جو انہوں نے کربلا میں ظلم و جفا کے پہاڑ توڑنے کے بعد امام عالی مقام کا سر مبارک نیزوں پر کوفہ کی گلیوں میں بطور شادیانہ ومبارکبادی گھمایا تھا۔ واللہ تعالیٰ أعلم۔

**جواب:۲-** یہ واہیات اور خرافات چیزیں سب ناجائز ہیں تو جہاں بھی رکھیں ناجائز ہی ہیں اور مسجد یا فنائے مسجد میں بدرجہ اولیٰ ناجائز، اور ان چیزوں کو مسجد سے نکال کر پھینکنے والا ثواب پائے گا کیوں کہ اس نے ناجائز چیز کو دفع کیا اور حدیث "**من رأی منکم منکرا—الخ**" پر عمل کیا۔ **واللہ تعالیٰ أعلم۔**

محمد احمد جہانگیر خان غفرلہ ولا بویہ المنان
مفتی مرکز اہل سنت منظر اسلام
بریلی شریف

اس سوال و جواب کو نقل کرنے کے بعد مفتی جلال الدین صاحب لکھتے ہیں:

اس فتویٰ پر اہل سنت کے (۷۵) علمائے کرام کی تصدیقات موجود ہیں۔

جن کا تعلق درج ذیل اداروں اور مقامات سے ہے:

مظہر اسلام بریلی شریف، منظر اسلام بریلی شریف، بمبئی، جبل پور، ملتان پاکستان، جاورہ ضلع رتلام، مرادآباد، مالوہ اندور، مظفر پور بہار، ناگپور، مبارک پور اعظم گڑھ، امروہہ ضلع مرادآباد، رائے بریلی، کچھوچھہ شریف، ٹانڈہ ضلع فیض آباد، التفات گنج ضلع فیض آباد، بلرام پور ضلع گونڈہ، امرڈوبھا-بسڈیلا ضلع بستی، براؤں شریف ضلع بستی، بھاؤپور ضلع بستی، بڑھیا ضلع بستی۔

مفتی صاحب نے یہ بھی وضاحت فرمائی ہے کہ یہ فتویٰ مع جملہ تصدیقات ۱۳۸۸ھ میں بشکل پوسٹر شائع ہو چکا ہے۔

(تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: خطبات محرم، ص: ۴۶۹-۴۷۴۔ ناشر: کتب خانہ امجدیہ، مہراج گنج ضلع بستی، یوپی)

## مفتی جلال الدین احمد امجدی کا شکوہ:

ان تمام وضاحتوں اور صراحتوں کے باوجود مولانا احمد رضا خاں کے بہت سارے ماننے والوں کا عمل اس کے خلاف ہے اس پر مولانا جلال الدین شکوہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''بہت سے لوگ ایسے ہیں جو ان (امام احمد رضا بریلوی) کی عقیدت کا دم بھرتے ہیں لیکن ہندوستان کی مروجہ تعزیہ داری حرام ہونے کے متعلق ان کا فتویٰ نہیں مانتے، کچھ لوگ مزامیر کے ساتھ قوالی حرام ہونے کے بارے میں ان کی تحقیق نہیں

تسلیم کرتے اور بعض وہ ہیں جو بات بات پر اعلیٰ حضرت کا نام لیتے ہیں لیکن اوجھڑی ناجائز ہونے کے متعلق ان کا فتویٰ ماننے سے انکار کرتے ہیں، مگر الحمد للہ میں ان لوگوں میں سے ہوں جو ان کی ہر تحقیق کو مانتا ہوں اور ان کے ہر فتویٰ پر سر تسلیم خم کرتا ہوں...." (خطبات محرم از مؤلف ص:۴۷۹)

# تعزیہ داری

# اور

# متعلقہ رسم و رواج

## علمائے دیوبند کی نظر میں

# مولانا ابوالحسنات عبدالحی لکھنوی

مولانا ابوالحسنات عبدالحی لکھنوی سے پوچھے گئے ایک سوال اور اس کا جواب ملاحظہ ہو:

## تعزیہ بنانا:

سوال (٦٦) امام مظلوم کا تعزیہ بنا کر گھر میں رکھنا اور اس کا احترام کرتے ہوئے آہ و بکا کرنا اور دوسرے افعال قبیحہ کرنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: عشرہ محرم یا اس کے ماسوا کسی بھی وقت تعزیہ وعلم ودلدل وغیرہ بنانا بدعت ہے جس کا ثبوت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے سے لے کر تابعین تک نہیں ملتا، یہ تمام چیزیں خود اپنی ایجاد اور مقرر کردہ ہیں، جن کا احترام کرنا بتوں کی پرستش کے مشابہ ہے۔ کسی نئے ایجاد کردہ کام کو دین میں داخل کرنا فخر اور اجر وثواب کا سبب سمجھنا تعجب اور حیرت ہے، ثواب وعقاب کا معاملہ توفیقی ہے، شریعت جو حکم دے اس پر عمل کرنا چاہیے۔

طبرانی کی روایت ہے:

عن ابن عباس قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :

مَنْ أَحْدَثَ حَدَثاً أَوْ آوىٰ مُحْدِثاً عَلَيْهِ لَعْنَةُ اللهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ،لَا يَقْبَلُ اللهُ مِنْهُ صَرْفاً وَلَا عَدْلًا ۔

حضرت ابن عباس کی روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

: جو شخص دین میں کسی کام کو ایجاد کرے یا ایجاد کرنے والے کو پناہ دے تو ایسے شخص پر خدا اور رسول، ملائکہ اور تمام انسانوں کی لعنت ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ ایسے آدمی کے کسی نیک کام کو بھی قبول نہیں فرماتے۔

بخاری میں ایک روایت ہے حضرت عائشہ سے ارشاد ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا: جو شخص ہمارے اس دین میں کوئی کام نیا ایجاد کرے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ اوکما قال۔

مسلم میں روایت ہے ارشاد ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا: اپنی طرف سے ایجاد کردہ امور سب سے برے ہوتے ہیں اور ہر ایک بدعت گمراہی کا سبب ہوتی ہے۔ اوکما قال۔

انسان کی ایسی تمام ایجاد کردہ صورتیں قابل ازالہ ہیں، حدیث شریف میں ہے:

مَنْ رَأَى مِنْكُمْ مُنْكَراً فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهِ فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهِ فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهِ،وَذٰلِكَ أَضْعَفُ الإِيْمَانِ۔ (مسلم)

جو شخص تم میں سے کسی برے کام کو دیکھے تو اس کو اپنے ہاتھ سے بدل دے اور اگر اتنی طاقت نہ ہو تو زبان سے کہہ دے اور اگر اتنی بھی طاقت نہ ہو تو دلی نفرت کرے اور یہ ایمان کا سب سے ادنیٰ درجہ ہے۔ (مسلم)

اور جو حدیث کفایہ شعبی میں ہے جس سے جاہلوں نے استدلال کر کے تعزیہ کے جواز کو ثابت کیا ہے اس کی تفصیل یہ ہے۔

شعبی اپنی کتاب کفایہ میں فرماتے ہیں:

أن رجلا جاء إلى النبي صلى الله عليه وسلم فقال يا رسول الله إني حلفت أن أقبل عتبة باب الجنة والحور العين،

فأمره النبي صلى الله عليه وسلم أن يقبل رجل الأم ووجهها وجبهة الأب ،ويرى أنه قال يا رسول الله إن لم يكن لي أبوان ؟فقال: قبل قبرهما ،قال: فإن لم أعرف قبرهما؟ قال: خط خطين وانو بأن أحدهما قبرالأم والآخر قبر الأب، فقبلهما فلا تحنث في يمينك ،كذا في كنز العباد۔

ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر کہتا ہے کہ میں نے قسم کھائی ہے کہ میں جنت کے دروازہ اور حورعین کو بوسہ دوں گا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو حکم دیا کہ اپنی ماں کے چہرہ اور پاؤں اور باپ کی پیشانی کو بوسہ دے۔ اس پر اس نے کہا اگر میرے والدین ہی نہ ہوں، تو آپ نے فرمایا کہ دونوں کی قبروں کو بوسہ دے۔ پھر اس شخص نے کہا اور اگر مجھ کو قبروں کا بھی علم نہ ہو تو اس پر آپ نے فرمایا دو خط کھینچ، ان میں سے ایک کو ماں کی قبر اور دوسرے کو باپ کی قبر سمجھ کر بوسہ دے تا کہ اپنی قسم میں حانث نہ ہو سکے۔ کنز العباد میں بھی اسی طرح ہے۔

یہ روایت اولاً تو معتبر نہیں، اس کے علاوہ حدیث میں والدین کی قبر کے نا معلوم ہونے کی صورت میں حکم ہے، اور حضرت امامین رضی اللہ عنہما کی قبر معلوم ہے، اور ایسی صورت میں قبر مصنوع کی زیارت کرنے کے کیا معنی۔ جیسا کہ تحری اسی صورت میں ہوتی ہے جبکہ قبلہ مجہول ہو۔ اور اگر معلوم ہونے کی صورت میں مصنوعی قبر کی زیارت باعث ثواب ہو تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مصنوعی قبر اور مصنوعی کعبہ کی زیارت، مصنوعی عرفات کا قیام بھی جائز ہونا چاہئے۔ حالانکہ کوئی بھی اس کا قائل نہیں اور اگر کسی کا یہ خیال ہو کہ اس واسطے سے حضرت امامین کی یاد تازہ ہوتی ہے تو دوستو یاد رکھنا چاہئے ہر کام کا طریقہ وہی پسند ہوتا ہے جو شریعت محمدی میں جائز ہو۔ جیسا کہ

نصاری بھی حضرت عیسیٰ کی یاد میں چلیپا (صلیب کا نشان) بناتے ہیں، مگر مسلمانوں کی کوئی جماعت ان کا ساتھ نہیں دیتی، اور اس علت کا مستحب ہونا شریعت محمدیہ میں ثابت نہیں ہے، اور کوئی ہمارا قاعدہ اس پر دلالت بھی نہیں کرتا۔ ہاں البتہ اگر کوئی شی کسی فعل مستحب کے لئے موقوف علیہ تام ہو اور ہو بھی افعال اختیاریہ میں سے تو مستحب ہے۔ مگر یہ تعزیہ کربلا کے مصائب یاد دلانے کے واسطے موقوف علیہ تام نہیں ہے، کیونکہ بغیر تعزیہ کے بھی بہت سے لوگ آہ و بکا، سینہ کوبی اور دوسری ممنوعہ خرافات کرتے ہیں اور حدیث شریف میں نوحہ کرنے والوں پر لعنت کی گئی ہے۔ مجمع البرکات میں ہے:

"ويكره للرجل تسويد الثياب وتمزيقها للتعزية ، وأما تسويد الخدود والأيدي وشق الجيوب وخدش الوجوه ونشر الشعور ونثر التراب على الرؤوس والضرب على الصدر والفخذ وإيقاد النار على القبور فمن رسوم الجاهلية والباطل ." (فتاویٰ عبدالحی ۹۳-۹۵)

## تعزیہ دیکھنا:

سوال (۲۷) بغیر اعتقاد کے محض تماشائی طریقہ پر تعزیہ دیکھنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: تعزیہ دیکھنے میں کیا تماشا ہے، کسی بدعت کے کام کو نہیں دیکھنا چاہیے، بلکہ بدعت کے تو ہر ایک کام کو اولا ہاتھ سے اور نہیں تو زبان سے رد کرنا چاہیے۔ اور تیسرا درجہ یہ ہے کہ دل سے نفرت کرے اور یہ سب سے ضعیف ایمان کی علامت

ہے۔ (ایضاً،ص:۹۵)

تعزیہ سے مراد مانگنا:

سوال (۶۸) تعزیہ سے مراد مانگنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: جائز نہیں، کیونکہ وہ نہ تمہاری بات سنتا ہے اور نہ تمہاری حالت دیکھ سکتا ہے، اور نہ کوئی فائدہ پہنچا سکتا ہے، بلکہ اگر تعزیہ کے بارہ میں یہ اعتقاد ہو کہ وہ خود مراد پوری کر سکتا ہے تو ایسا شخص کافر ہے۔ (ایضاً،ص:۹۵)

تعزیہ کا چبوترہ:

سوال (۶۹) امام کا چوک اور چبوترہ قابل تعظیم ہے یا نہیں؟

جواب: قابل تعظیم نہیں کیونکہ اس کی وجہ سے شریعت محمدیہ میں کوئی اثر نہیں ہوا، اور خود ساختہ چیز کو قابل تعظیم سمجھنا بیوقوفی ہے۔

فتاویٰ مولانا عبدالحئی

تالیف مولانا ابوالحسنات محمد عبدالحئی لکھنوی

ترجمہ: مولانا خورشید عالم، مدرس دارالعلوم دیوبند

ناشر: مکتبہ تھانوی دیوبند

سن طباعت اول ۱۹۸۹ء

# مولانا اشرف علی تھانوی

حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی اپنی معروف کتاب ''اصلاح الرسوم'' میں فرماتے ہیں:

عشرۂ محرم میں حدیث سے دو امر ثابت ہیں:

نویں دسویں کا روزہ اور دسویں تاریخ اپنے گھر والوں کے خرچ میں قدرے وسعت کرنا جس کی نسبت وارد ہوا ہے کہ اس عمل سے سال بھر تک روزی میں وسعت رہتی ہے۔ باقی امور حرام یہ ہیں:

ا۔تعزیہ بنانا، جس کی وجہ سے طرح طرح کا فسق و شرک صادر ہے۔ بعض جہلاء کا اعتقاد ہوتا ہے کہ نعوذ باللہ اس میں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ رونق افروز ہیں اور اس وجہ سے اس کے آگے نذر و نیاز رکھتے ہیں۔ جس کا مآ اهلّ به لغیر اللّٰهِ (چڑھاوے کا کھانا جو نذر نہیں) میں داخل ہو کر کھانا حرام ہے۔ اس کے آگے دست بستہ تعظیم سے کھڑے ہوتے ہیں۔ اس طرف پشت نہیں کرتے ، اس پر عرضیاں لٹکاتے ہیں، اس کو زیارت کہتے ہیں، اور اس قسم کے واہی تباہی معاملات کرتے ہیں جو صریح شرک ہیں۔ ان معاملات کے اعتبار سے تعزیہ اس آیت کے مضمون میں داخل ہیں: ﴿ اتعبُدُون ما تنحتون ﴾ (کیا ایسی چیز کو پوجتے ہو جس کو خود تراشتے ہو) اور طرفہ ماجرا یہ ہے کہ یا تو اس کی بے حد تعظیم و تکریم ہو رہی تھی اور یا دفعۃً اس کو جنگل میں لے جا کر توڑ پھوڑ کر برابر کیا۔ معلوم نہیں آج وہ ایسا بے قدر کیوں ہو گیا۔ واقعی جو امر خلاف شرع ہوتا ہے وہ عقل کے بھی خلاف ہوتا ہے۔ بعض نادان یوں کہتے ہیں کہ

صاحب اس کو حضرت امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کے ساتھ نسبت ہوگئی اور ان کا نام لگ گیا، اس لئے تعظیم کے قابل ہوگیا۔

جواب اس کا یہ ہے کہ نسبت کی تعظیم ہونے میں کوئی کلام نہیں مگر جب کہ نسبت واقعی ہو۔مثلا: حضرت امام حسین کا کوئی لباس ہو یا اور کوئی ان کا تبرک ہو ،ہمارے نزدیک بھی وہ قابل تعظیم ہیں۔ اور جو نسبت اپنی طرف سے تراشی ہوئی ہو وہ ہرگز اسباب تعظیم سے نہیں ،ورنہ کل کو کوئی خود امام حسین رضی اللہ عنہ ہونے کا دعویٰ کرنے لگے تو چاہئے کہ اس کی اور زیادہ تعظیم کرنے لگو حالانکہ بالیقین اس کو گستاخ و بےادب قرار دے کر اس کی سخت توہین کے درپے ہوجاؤ گے، اس سے معلوم ہوا کہ نسبت کاذبہ سے وہ شئے معظم نہیں ہوتی، بلکہ اس کذب کی وجہ سے زیادہ اہانت کے قابل ہوتی ہے اس بنا پر انصاف کرلو کہ یہ تعزیہ تعظیم کے قابل ہے یا اہانت کے۔

۲- معازف ومزامیر کا بجانا جس کی حرمت حدیث میں صاف صاف مذکور ہے اور باب اول میں وہ حدیث لکھی گئی ہے اور قطع نظر خلاف شرع ہونے کے عقل کے بھی تو خلاف ہے۔معازف ومزامیر تو سامان سرور ہیں، سامان غم میں اس کے کیا معنی، یہ تو در پردہ خوشی منانا ہے۔ برچنیں دعوائے الفت آفریں۔

۳- مجمع فساق وفجار کا جمع ہونا ،جس میں وہ فحش واقعات ہوتے ہیں کہ ناگفتہ بہ ہیں۔

۴- نوحہ کرنا جس کے بارے میں سخت وعیدیں آئی ہیں۔ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ لعنت فرمائی ہے رسول اللہ ﷺ نے نوحہ کرنے والے اور اس کی طرف کان لگانے والے کو۔ روایت کیا اس کو ابوداود نے۔

۵- مرثیہ پڑھنا ،جس کی نسبت حدیث میں صاف ممانعت آئی ہے۔ابن

ماجہ میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مرثیوں سے منع فرمایا۔

۶-اکثر موضوع روایات پڑھنا جس کی نسبت احادیث میں سخت وعیدیں آئی ہیں۔

۷-ان ایام میں قصداً زینت ترک کرنا جس کو سوگ کہتے ہیں اور حکم اس کا شریعت میں یہ ہے کہ عورت کو صرف خاوند پر چار ماہ دس دن یا وضع حمل تک واجب ہے۔اور دوسرے عزیزوں کے مرنے پر تین دن جائز ہے، باقی حرام۔سواب تیرہ سو (۱۳۰۰) سال کے بعد یہ عمل کرنا بلاشک حرام ہے۔

۸-کسی خاص لباس یا کسی خاص رنگ میں اظہار غم کرنا۔ابن ماجہ میں حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے ایک قصے میں منقول ہے کہ ایک جنازہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو دیکھا کہ غم میں چادر اتار کر صرف کرتہ پہنے ہیں ،یہ وہاں غم کی اصطلاح تھی۔آپ نہایت ناخوش ہوئے اور فرمایا کہ کیا جاہلیت کے کام کرتے ہو یا جاہلیت کی رسم کی مشابہت کرتے ہو،میرا تو یہ ارادہ ہو گیا تھا کہ تم پر ایسی بد دعا کروں کہ تمہاری صورتیں مسخ ہو جائیں (☆)۔پس فوراً ان لوگوں نے اپنی چادریں اوڑھ لیں اور پھر کبھی ایسا نہیں کیا۔اس سے ثابت ہوا کہ کوئی خاص وضع وہیئت اظہار غم کے لئے بنانا بھی حرام ہے۔

۹-بعض لوگ اپنے بچوں کو امام حسین رضی اللہ عنہ کا فقیر بناتے ہیں اور ان سے بعضے بھیک بھی منگواتے ہیں۔اس میں اعتقادی فساد تو یہ ہے کہ اس عمل کو اس کی طول حیات میں مؤثر جانتے ہیں۔یہ صریح شرک ہے اور بھیک مانگنا بلا اضطرار حرام ہے۔

۱۰-حضرات اہل بیت کی اہانت برسر بازار کرتے ہیں۔اگر ایام غدر کے

واقعات جس میں کسی خاندان کی عورتوں کا ہتک ہوا ہو، اس طرح علی الا علان گائے جائیں تو اس خاندان کے مردوں کو غیظ وغضب آئے گا۔ پھر سخت افسوس ہے کہ حضرات اہل بیت کے حالات اعلان کرنے میں غیرت بھی نہ آئے اور اس طرح کے بہت سے امور قبیحہ ہیں جو ان دنوں میں کئے جاتے ہیں، ان کا اختیار کرنا اور ایسے مجمع میں جانا سب حرام ہے۔ اور یہی تمام تر فضیحتیں پھر چہلم کو دہرائی جاتی ہیں۔

اور بعض امور فی نفسہ مباح تھے مگر بوجہ فساد عقیدہ یا عمل کے وہ بھی ممنوع ہو گئے:

ا- کھچڑا یا اور کچھ کھانا پکانا اور احباب یا مساکین کو دینا اور اس کا ثواب حضرات امام حسین رضی اللہ عنہ کو بخش دینا اس کی اصل وہی حدیث ہے کہ جو شخص اس دن میں اپنے اہل وعیال پر وسعت دے اللہ تعالیٰ سال بھر تک اس پر وسعت فرماتے ہیں۔ وسعت کی یہ بھی ایک صورت ہوسکتی ہے کہ بہت سے کھانے پکائے جائیں خواہ جدا جدا یا ملا کر، کھچڑے

(☆) ابن ماجہ کی اس حدیث پر بہت زیادہ کلام ہے۔ (مرتب)

میں کئی جنس مختلف ہوتی ہیں، اس لیے وہ اس وسعت میں داخل ہوسکتا تھا۔

چنانچہ درمختار میں ہے ولا باس بالمعتاد خلطا بلوجه جب اہل و عیال کو دیا، کچھ غریب غرباء کو بھی دے دیا۔ حضرت امامین رضی اللہ عنہما کو بھی ثواب بخش دیا۔ مگر چونکہ لوگوں نے اس میں طرح طرح کی رسوم کی پابندی کر لی ہے گویا خود اس کو ایک تہوار قرار دے دیا ہے اس لئے رسم کے طور پر کرنے سے ممانعت کی جائے گی۔ بلا پابندی اگر اس روز کچھ فراخی خرچ میں کھانے پینے میں کر دے تو مضائقہ نہیں

۲- شربت پلانا یہ بھی اپنی ذات میں مباح تھا، کیونکہ جب پانی پلانے میں ثواب ہے تو شربت پلانے کیا حرج تھا، مگر وہی رسم کی پابندی اس میں ہے، اور اس کے علاوہ اس میں اہل رفض کے ساتھ تشبہ بھی ہے اس لئے یہ بھی قابل ترک ہے۔ تیسرے اس میں ایک مضمر خرابی یہ ہے کہ شربت اس مناسبت سے تجویز کیا گیا ہے کہ حضرات شہداء کربلا پیاسے شہید ہوئے تھے، اور شربت مسکن عطش ہے اس لئے اس کو تجویز کیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے عقیدہ میں شربت پہنچتا ہے جس کا باطل اور خلاف قرآن مجید ہونا فصل دوم میں مذکور ہو چکا ہے، اور اگر پلانے کا ثواب پہنچتا تو ثواب سب یکساں ہے نہ کہ صرف شربت میں کہ تسکین عطش کا خاصہ ہے۔ پھر یہ بھی اس سے لازم آتا ہے کہ ان کے زعم میں اب تک شہدائے کربلا نعوذ باللہ پیاسے ہیں، یہ کس قدر بے ادبی ہے، ان مفاسد کی وجہ سے اس سے بھی احتیاط لازم ہے۔

۳۔ شہادت کا قصہ بھی بیان کرنا یہ بھی فی نفسہ چند روایات کا ذکر دینا ہے، اگر صحیح ہوں تو روایات کا بیان کر دینا فی ذاتہ جائز تھا مگر اس میں یہ خرابیاں عارض ہو گئیں:

(۱) مقصود اس بیان سے ہیجان اور جلب غم اور گریہ وزاری کا ہوتا ہے، اس میں صریح مقابلہ شریعت مطہرہ کا ہے۔ کیونکہ شریعت میں ترغیب صبر مقصود ہوتا ہے اور ظاہر ہے کہ مزاحمت شریعت کی تحت معصیت اور حرام ہے۔ اس لئے گریہ وزاری کو بھی قصداً یاد کر کے لانا جائز نہیں۔ البتہ غلبہ غم سے اگر آنسو آ جائیں تو اس میں گناہ نہیں۔

(۲) لوگوں کو اس لئے بلایا جاتا ہے اور ایسے امور کے لئے انصرام واہتمام خود ممنوع ہے۔

(۳) اس میں مشابہت اہل رفض کے ساتھ بھی ہے اس لئے ایسی مجلس کا

منعقد کرنا اور اس میں شرکت کرنا سب ممنوع ہے، چنانچہ مطالب المومنین میں صاف منع لکھا ہے اور قواعد شرعیہ بھی اس کے شاہد ہیں، اور یہ تو اس مجلس کا ذکر ہے جس میں کوئی مضمون خلاف نہ ہو، اور نہ وہاں نوحہ و ماتم ہو۔ اور جس میں مضامین بھی غلط ہوں یا بزرگوں کی توہین یا نوحہ، حرام ہو، جیسا کہ غالب اس وقت میں ایسا ہی ہے تو اس کا حرام ہونا ظاہر ہے۔ اور اس سے بدتر خود شیعہ کی مجالس میں جا کر شریک ہونا، بیان سننے کے لئے یا ایک پیالہ فیرنی اور دو نان کے لئے۔

(اصلاح الرسوم از حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ ،ص: ۱۳۵-۱۴۰ نسیم بکڈپو۔ دہلی)

# مولانا ظفر احمد تھانوی

مولانا ظفر احمد تھانوی کا درج ذیل فتوی جس پر مولانا اشرف علی تھانوی کی تصدیق بھی ہے ملاحظہ ہو:

## تعزیہ بنانے اور اس کو مسجد میں رکھنے کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ حنفی عقیدہ اہل سنت والجماعت کے مذہب میں تعزیہ بنانا یا اپنے مکان میں رکھنا اور اس پر منت اور چڑھاوا چڑھانا کیسا ہے، اور کس درجہ کا گناہ ہے، اور جس مسجد میں تعزیہ رکھا جاتا ہے اس میں نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ اور جو لوگ باوجود جاننے کے اس کے معاون اور مددگار رہیں ان سے کس قسم کا برتاؤ کیا جائے؟ **بینوا توجروا۔**

الجواب : تعزیہ بنانا اور اس کو اپنے مکان میں رکھنا بدعت ضلالہ اور بہت بڑا گناہ ہے اور اس کی تعظیم وتکریم کرنا شرک ہے، اسی طرح اس پر منت اور چڑھاوا چڑھانا حرام اور شرک ہے، اور مسجد میں تعزیہ کا رکھنا ہرگز جائز نہیں، اور جس مسجد میں تعزیہ رکھا ہو اس میں تعزیہ کی طرف منھ کرکے نماز پڑھنا مکروہ ہے، اور اہل مسجد کے ذمہ تعزیہ کا نکال دینا واجب ہے، اور جو لوگ تعزیہ کو مسجد میں رکھنا چاہتے ہوں اور جو ان کے معاون ہیں وہ عند اللہ سخت گنہگار ہیں، ان سے ملنا جلنا، سلام وکلام ترک کردینا چاہئے۔ جب تک وہ اس گناہ سے توبہ خالص نہ کریں۔

روی الطبرانی عن ابن عباس قال قال رسولُ الله صلی الله علیه وسلم :

مَنْ أحْدَثَ حَدَثًا أوْ آوٰی مُحْدِثاً عَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ،لَا يَقْبَلُ اللّٰهُ مِنْهُ صَرْفاً وَلَا عَدْلًا .

اس حدیث کے موافق جو لوگ تعزیہ اپنے گھر میں یا مسجد میں رکھتے ہیں، یا جو اس کے معاون ہیں ان پر خدا کی اور فرشتوں کی اور سب مسلمانوں کی لعنت برستی ہے، اور ان کی نماز اور روزہ اور تمام اعمال صالحہ خدا کے یہاں مردود ہیں، کچھ قبول نہیں ہوتے۔ بحر الرائق میں ہے: النذر للمخلوق لا یجوز لأنه عبادة، والعبادة لا تکون للمخلوق .اھ

اس سے معلوم ہوا کہ تعزیہ کے لئے منت ماننا اور چڑھاوے چڑھانا حرام قریب بشرک ہے۔

مولانا عبد الحی لکھنوی اپنے فتاوی (ص ۱۰۹ ج ۲) صورت وشبیہ روضہ مقدسہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بنانے کو اور اس کی تعظیم وتکریم غیر مشروع کو

بدعت وحرام لکھتے ہیں، پھر تعزیہ بنانا کیوں کر جائز ہوگا۔قال النبی صلی الله علیه وسلم :لَا تَتَّخِذُوا قَبْرِیْ عِیْداً، اھ۔ وقال النبی صلی الله علیه وسلم :لَعَنَ اللهُ الْیَهُوْدَ وَالنَّصاریٰ اِتَّخَذُوا قُبُوْرَ أَنْبِیَائِهِمْ مَسَاجِدَ ۔أخرجه البخاری۔

مولانا عبدالحی رسالہ اسلمی سے نقل فرماتے ہیں :من الأوهام تقرر حكم شئی بشبیهه ،وهذا الوهم قد أضل عبدة الأصنام من طریق الصواب وأوقعهم فی هاویة الجهالة۔ اھ (ص:۱۱۰ج۲) شامی میں ہے :قال فی الدر :ولبس ثوب فیه تماثیل ذی روح۔ اھ۔ فی رد المحتار أقول والظاهر أنه یلحق به الصلیب وان لم یكن تمثال ذی روح لأن فیه تشبها بالنصاری ،ویكره التشبه بهم فی المذموم وأن لم یقصده كما مر۔ اھ (ص:۶۷۷ ج۱) اور ظاہر ہے کہ تعزیہ بھی صلیب سے کم نہیں ،اس لئے اس کے سامنے نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے ،اور مسجد میں اس کا رکھنا حرام ہے ،لأن المسجد لم یبن لهذا ،وإنما هو لعبادة الله وحده ۔والله أعلم ۔

حرره الأحقر ظفر احمد تهانوی

۲۰ رصفر ۴۱ھ مقیم خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون

الجواب صحیح :اشرف علی

(امدادالاحکام:۱/۱۸۱-۱۸۲) ناشر زکریا بک ڈپو، دیوبند

# مولانا رشید احمد گنگوہی

## دس محرم کی مجلس شہادت:

سوال: یوم عاشورہ کو یوم شہادت حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ گمان کرنا و احکام ماتم ونوحہ وگریہ وزاری و بےقراری کے برپا کرنا اور گھر گھر مجالس شہادت منعقد کرنا اور واعظین کو بھی بالخصوص ان ایام میں شہادت نامہ یا وفات نامہ بیان کرنا، خاص کر روایات خلاف وضعیفہ سے، اور سامعین کو بھی ان امور میں ہر سال کوشش ہوئی کہ اس کے مثل وعظ میں نہیں ہوتی ہرگز اور خاص ایام مذکورہ ہی میں ایصال ثواب و صدقات کرنا اور تعین آب وطعام بھی، مثل شربت ہے، یا کھچڑا ہے، اور ہر غنی اور فقیر کو اس کا لینا اور تبرک جاننا، اور جو غنی یا سید اس کو نہ لیوے تو مطعون کریں اور برا جانیں۔ اور فی الجملہ ریا کو اس میں بہت دخل ہوتا ہے تو ایسی صورت میں امید ثواب کی ہو سکتی ہے یا نہیں، اور یہ کل امور بدعات ومعصیت ہیں یا نہیں؟

جواب: ذکر شہادت کا ایام عشرہ محرم میں کرنا بمشابہت روافض کے منع ہے اور ماتم نوحہ کرنا حرام ہے، فی الحدیث نَهٰى عَنِ الْمَرَاثِيْ – الحديث (آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مرثیوں سے منع فرمایا ہے) اور خلاف روایات بیان کرنا سب ابواب میں حرام ہیں، تقسیم صدقات بتخصیص ان ایام کرنا اگر یہ جانتا ہے کہ آج ہی زیادہ ثواب ہے تو بدعت ضلالہ ہے۔ علی ہذا تخصیص کسی طعام کی کسی یوم کے ساتھ کرنا لغو ہے اور صدقہ کا طعام غنی کو مکروہ ہے اور سید کو حرام ہے، اس پر طعن کرنا فسق ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ (فتاویٰ رشیدیہ: ۱۳۸-۱۳۹ ناشر مکتبہ تھانوی، دیوبند، ۱۹۸۷ء)

## ایام محرم میں کتب شہادت کا پڑھنا:

سوال: کتاب ترجمہ سر الشہادتین یا دیگر کتب شہادت خاص شہادت کی رات کو پڑھنا کیسا ہے حسب خواہش نمازیان مسجد یا کسی کے مکان پر؟

جواب: ایام محرم میں سر الشہادتین کا پڑھنا منع ہے، حسب مشابہت مجالس روافض کے۔ (فتاوی رشیدیہ: ص ۱۳۹)

## محرم میں سبیل لگانا دودھ کا شربت پلانا:

سوال: محرم میں عشرہ وغیرہ کے روز شہادت کا بیان کرنا مع اشعار بروایت صحیحہ یا بعض ضعیفہ بھی و نیز سبیل لگانا اور چندہ دینا اور شربت دودھ بچوں کو پلانا درست ہے یا نہیں؟

جواب: محرم میں ذکر شہادت حسین علیہ السلام کرنا اگر چہ بروایات صحیحہ ہو، یا سبیل لگانا، شربت پلانا، یا چندہ سبیل اور شربت میں دینا یا دودھ پلانا، سب نادرست اور تشبہ روافض کی وجہ سے حرام ہیں۔ فقط۔ (فتاوی رشیدیہ: ص ۱۳۹)

## تیجہ کا حکم:

سوال: تیجہ، ساتواں، دسواں، چالیسواں، امور مذکورہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب اور فقہ کی کسی معتبر کتب میں ہیں اور ان کا کرنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: تیجہ، دسواں وغیرہ سب بدعت ضلالہ ہیں کہیں اس کی اصل نہیں، نفس ایصال ثواب چاہیے ان قیود کے ساتھ بدعت ہی ہے جیسا کہ اوپر کے جواب میں مرقوم ہو چکا ہے، اور برادری کو ان ایام میں کھلانا یہ رسم ہے اور منع ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ (فتاوی رشیدیہ: ۱۵۴)

# تعزیہ داری

# اور

# متعلقہ رسم ورواج

## علمائے اہل حدیث کی نظر میں

# مولانا سید نذیر حسین محدث دہلوی

سوال: محرم کے دنوں میں شہادت حسین کا تذکرہ کرنا حسب روایت ''سر الشہادتین'' جائز ہے یا نہیں؟ کہتے ہیں کہ دلی سے لکھنؤ تک کے تمام اکابر علما امامین کی شہادت کے تذکرہ کو اپنا معمول بنائے ہوئے ہیں، اور مرزا حسن علی بھی جو شاہ عبد العزیز دہلوی کے اجل تلامذہ سے ہیں محرم میں شہادت کا تذکرہ کرتے ہیں۔ اور بعض اہل علم اس کو نا جائز بتاتے ہیں، جیسا کہ علامہ ابن حجر مکی نے صواعق محرقہ میں امام غزالی سے نقل کیا ہے، کیونکہ اس سے صحابہ میں لڑائی جھگڑا سنا جاتا ہے، اور صحابہ سے متعلق دل میں حسن ظن نہیں رہتا، اور شاہ شہید نے صراط مستقیم میں لکھا ہے کہ وہ امام تو شہید ہو کر جنت میں چلے گئے، یہ خوشی کی بات ہے، نہ کہ رونے پیٹنے کی، اور اگر کوئی آدمی کسی شخص کو اس کے اقارب کی دردناک داستان سنائے اور بتائے کہ اس کو دشمنوں نے اس طرح مارا تو وہ اس سے ناخوش ہوگا پھر امامین کے متعلق اس کو کیوں جائز رکھا جائے، اور کتاب ''سر الشہادتین'' کہتے ہیں کہ شاہ عبد العزیز کی نہیں ہے بلکہ کسی شیعہ کی تصنیف ہے، جواب مفصل عنایت فرمائیں۔

الجواب: صورت مرقومہ میں بہتر یہی ہے کہ کربلا کے واقعہ کو نہ بیان کیا جائے جیسا کہ صاحب صواعق اور شاہ اسماعیل شہید نے لکھا ہے، اور شاہ ولی اللہ صاحب نے القول الجمیل میں لکھا ہے کہ:

''قصہ گوئی کی رسم رسول اللہ ﷺ اور شیخین کے زمانہ میں نہ تھی، بعد میں اگر کوئی قصہ گو آیا تو اس کو مسجد سے نکال دیا گیا، قصہ گوئی وعظ نہیں ہے، یہ اچھی بھی ہو

سکتی ہے اور بری بھی، وہ آفات جو آج کل واعظوں کو پیش آتی ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ وہ اکثر موضوع اور محرف روایات بیان کرتے ہیں، اور ان کی وہ صلوات ودعوات کہ جن کو محدثین نے موضوعات سے شمار کیا ہے انہی میں سے کربلا کا واقعہ اور میلاد خوانی کی روایات ہیں۔''

اور پھر کربلا کے واقعہ کے ضمن میں کئی ناجائز امور کا ارتکاب ہوتا ہے، مثلاً: نوحہ، شیون، سینہ کوبی وغیرہ جو کہ قرون مشہود لہا بالخیر میں باوجود محبت اہل بیت کے نہیں تھے، ہاں ان کے لیے دعائے مغفرت کرنا چاہیے اور انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھنا چاہیے، جیسا کہ صواعق محرقہ کی عبارت سے واضح ہے اور پھر اگر کوئی یہ اچھا کام ہوتا تو رسول اللہ ﷺ کی وفات کے دن ماتم ونوحہ ہوتا۔ نہ تو رافضیوں کی طرح ان دنوں میں نوحہ وشیون ہونا چاہیے اور نہ ہی خارجیوں کی طرح اس دن خوشی کا اظہار کرنا چاہیے۔

اور سر الشہادتین واقعی شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف ہے، اس میں منتہی لوگوں کے فائدہ کے لیے ہدایات لکھی گئی ہیں، عوام اس سے فائدہ نہیں اٹھا سکتے، اور عوام کو اس کا مطالعہ بھی نہیں کرنا چاہیے، کیوں کہ ان کے فتنہ میں مبتلا ہونے کا خطرہ ہے، امام غزالی نے اپنی تصنیفات میں اسی لیے کربلا کے قصہ کو منہیات سے شمار کیا ہے، کہ اس سے عوام پر برا اثر پڑتا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

حررہ سید محمد نذیر حسین

فتاوی نذیریہ: ۲۵۴/۱ - ۲۵۵

ادارہ نور الایمان، اجمیری گیٹ، دہلی، طبع سوم۔ ۱۴۰۹ھ - ۱۹۸۸ء

ایک دوسرا سوال و جواب اس طرح ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ بعض آدمی اہل سنت ہونے کا دعوی کرتے ہیں اور امام حسین کی محبت کو وسیلہ بنا کر عشرہ محرم میں تعزیہ پرستی کرتے ہیں۔ اس کی کیفیت اس طرح ہے کہ پانچویں محرم کو کہیں سے دو مشت خاک لے آتے ہیں اور اس کو امام حسین کی لاش قرار دے کر اس کی تعظیم کرتے ہیں، اور چبوترہ پر رکھتے ہیں، پھر ہر روز اس پر شربت، فالودہ، مٹھائی وغیرہ کے چڑھاوے چڑھاتے ہیں، اس مٹی کو باعث نجات و مطلب براری سمجھتے ہوئے سجدہ کرتے ہیں، اور اس سے مال و دولت و اولاد وغیرہ مانگتے ہیں، پھر ساتویں رات کو طہارت کرتے ہیں، ایک پگڑی باندھتے ہیں اور اس پر پھولوں کا سہرہ لٹکاتے ہیں، اور ایک چوکی پر جس کے دونوں طرف ہاتھ کی شکل کی طرح شکل ہوتی ہے وہ دستار بڑی عزت سے رکھ دیتے ہیں، آٹھویں رات کو اس چوکی کو مع دستار کے سر پر اٹھا لیتے ہیں، ڈھول بجتا ہے، اور ماتم و سینہ کوبی کرتے ہوئے گلی کوچوں میں پھرتے ہیں اور نویں رات کو اس دو مشت خاک کو کفن پہنا کر اس قبر میں جو تعزیہ کے اندر بنی ہوئی ہے دفن کر دیتے ہیں، اور پھر اس کو کندھوں پر اٹھا کر گریہ و زاری اور سینہ کوبی کرتے ہوئے، ہائے حسین ہائے حسین کہتے ہوئے گشت کرتے ہیں، ایک آدمی تعزیہ کے پیچھے مورچھل کرتا جاتا ہے، اور دسویں تاریخ کو چاشت کے وقت اس کفن میں لپٹی ہوئی مٹی کو بمعہ ساز و سامان کے روتے پیٹتے اپنے بنائے ہوئے کربلا میں لے جا کر دفن کر دیتے ہیں، اور اس کے بعد کئی چیزوں پر جن کو اپنے ساتھ لے جاتے ہیں فاتحہ پڑھتے ہیں اور شام کو اس قبر پر چراغ جلاتے ہیں۔

اور ان لوگوں کے متعلق کیا حکم ہے جو امام حسین رضی اللہ عنہ کی قبر کی شبیہ اپنی

طاقت کے مطابق لکڑی، سونے، چاندی سے بناتے ہیں، اس کو اپنے گھروں میں نہایت تعظیم سے رکھتے ہیں، اس کی پوجا کرتے ہیں، بعضے ہاتھ وغیرہ کا علم بنا کر قبر کے ساتھ باندھ دیتے ہیں، اور ساتویں رات علم کو تعزیہ سے جدا کر کے گشت کے لئے لے جاتے ہیں اور دسویں دن علم مذکور کو سہرے وغیرہ پہنا کر تعزیہ کے ساتھ قبر میں دفن کر دیتے ہیں۔

اور ایسے لوگوں کے متعلق کیا حکم ہے جو محرم شروع ہوتے ہی پورے تکلفات سے کمروں کو آراستہ کرتے ہیں، آدمیوں کو بلا کر مرثیہ خوانی کرتے ہیں، کربلا کے واقعات سناتے ہیں، مستورات کی بے عزتی کی داستانیں بیان کرتے ہیں، اور ہائے حسین کرتے ہوئے ماتم کرتے ہیں، پھر شیرینی تقسیم ہوتی ہے، کیا یہ لوگ اہل سنت والجماعت ہیں، اور کیا یہ کام جائز ہے، یا کفر اور شرک ہے، یا گناہ صغیرہ ہے یا کبیرہ۔ بینوا توجروا

الجواب: اہل سنت والجماعت وہ آدمی ہوسکتا ہے، جو نبی کریم اور صحابہ کرام کی راہ پر چلتا ہو، اور یہ تمام امور جو سوال میں مندرج ہیں نامشروع حرکات ہیں۔ نبی اکرم ﷺ، صحابہ کرام اور ایمانداروں کی راہ یہ نہیں ہے۔ خدا تعالیٰ کی ناراضگی کا باعث ہیں، جہنم میں داخل ہونے کا سبب ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ''جو ہدایت کے واضح ہو جانے کے بعد رسول کی نافرمانی کرے اور ایمانداروں کی راہ چھوڑ کر کوئی اور راستہ اختیار کرے تو جدھر جاتا ہے جائے ہم اس کو جہنم میں داخل کریں گے اور وہ بدترین جگہ ہے۔'' امام بیضاوی کہتے ہیں کہ ''اس آیت سے اجماع کی مخالفت کی حرمت معلوم ہوتی ہے'' اور ایسے لوگ اہل سنت کا دعویٰ کرنے میں بالکل جھوٹے ہیں، شریعت مطہرہ کے دائرہ سے خارج ہیں، ایسے لوگوں کی کوئی عبادت قبول نہ ہوگی۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے ''اللہ تعالیٰ بدعتی آدمی کا روزہ، نماز، صدقہ، حج، عمرہ، جہاد، نفل اور فرض کچھ بھی قبول نہیں کرتے، اور وہ اسلام سے اس طرح نکل جاتے ہیں جیسے آٹے سے بال'' اس مضمون کی حدیث ابن ماجہ، بزار، اور طبرانی میں آئی ہے۔ شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ نے ان امور کو اپنی تفسیر میں شرک کہا ہے اور تعزیہ کو سجدہ کرنا بت کو سجدہ کرنے کے برابر ہے کیوں کہ لغۃ ہر وہ چیز جس کی اللہ کے سوا عبادت کی جائے نصب (بت) ہے۔ صاحب مجالس الابرار اور جوہری نے اس کی تصریح کی ہے۔

شرح مواقف میں ہے کہ سورج کو سجدہ کرنا کفر ہے۔ اب خود ہی سوچو تعزیہ اور سورج میں کیا فرق ہے؟ مسلمانوں کو ان امور بدعیہ سے پرہیز کرنا چاہیے، تا کہ صحیح مسلمان بن سکیں۔ ترمذی میں ابو واقد لیثی سے حدیث ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ حنین کو نکلے تو راستہ میں ایک درخت آیا جس پر مشرک لوگ اپنی تلواریں اٹکایا کرتے تھے، اس کو ذات انواط کہتے تھے۔ تو مسلموں نے کہا یا رسول اللہ! ہمیں بھی ایک ذات انواط بنا دیں، تو آپ نے فرمایا: سبحان اللہ! یہ تو قوم موسیٰ کی سی بات ہوئی کہ انہوں نے موسیٰ سے درخواست کی تھی کہ ان کے خداؤں جیسا کوئی ہمیں بھی خدا بنا دیں، خدا کی قسم تم یہود ونصاریٰ کی ضرور پیروی کرو گے۔ پس تعزیہ داری بھی ذات انواط ہی کی ایک صورت ہے، کہ لوگ اس پر چڑھاوے چڑھاتے ہیں، یہ لوگ پورے مشرک وکافر ہیں، کیوں کہ انہوں نے خدا کے لئے شریک بنا دیئے، جس کی مخالفت قرآن مجید کی آیت ﴿فلا تجعلوا لِلّٰہ انداداً وانتم تعلمون﴾ میں ہے۔

اگر کوئی آدمی سوال کرے کہ تعزیہ وضریح بلکہ مشرکوں کے بت وغیرہ کو بھی خدا کا شریک کیسے بنایا جا سکتا ہے جب کہ وہ ان کو خدا کے برابر درجہ نہیں دیتے، بلکہ اس سے کم تر سمجھتے ہیں۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ جب اپنی توجہ ان چیزوں کی طرف

کر لی گئی اوران سے اپنی حاجتیں مانگنے لگے،اورخدا کی درگاہ چھوڑ دی تو پھر خواہ زبانی برابری تسلیم نہ کریں،عملی برابری بلکہ اس سے بڑھ کران کو سمجھا جانے لگا تو ان پر مشرک کالفظ صادق آئے گا۔ چنانچہ تفسیر بیضاوی میں بعینہ یہ مضمون بیان کیا گیا ہے۔

پھر یہ بھی یادرکھنا چاہیے کہ یہ تعزیہ پرستی وغیرہ تمام امور ہوائے نفس اور خواہشات نفسانی کی بنا پر کئے جاتے ہیں اور ہویٰ پرستی بھی تو شرک ہے، اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتے ہیں:''کیا وہ آدمی بھی دیکھا ہے،جس نے اپنی خواہش کو اپنا خدا بنا رکھا ہے'' اور حدیث شریف میں بھی آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مجھے اپنی امت پر ہوائے نفس اورطول حرص کا خوف ہے،کیوں کہ خواہش راہ حق سے روک دیتی ہے،اورلمبی امید آخرت کو بھلادیتی ہے اور یہ اشراک فی الحکم کی قسم ہے کہ جب کوئی چیز اچھی معلوم ہوئی تو اس کے سامنے جھک گئے۔

ہاں بعض لوگ ان اعتقادات فاسدہ سے خالی الذہن ہوتے ہیں اور محض آبائی رسم سمجھتے ہوئے اس تعزیہ داری کی رسوم کو بجالاتے ہیں، اس صورت میں اسراف اور تضییع مال میں مبتلا ہوتے ہیں، یہ بھی تو شیطان کے بھائی ہیں، پس صحیح طریق صرف یہ ہے کہ انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا جائے، ان کے لئے دعائے مغفرت کی جائے،اور یا پھر کوئی صدقہ وغیرہ کرکے ان کوثواب پہنچادیا جائے، وہ بھی بلاتخصیص ایام، باقی رہا سینہ کوبی اورنوحہ وشیون وغیرہ،تو آنحضرت ﷺ کی سنت کے بالکل برخلاف ہے،اور یہ بانس وکاغذ وغیرہ سے تعزیہ بنانا اوراس کی زیارت کرنا لعنت کا موجب ہے۔حدیث میں آیا ہے کہ''اللہ اس آدمی پرلعنت کرے،جوکسی فرضی قبر کی جس میں کوئی مردہ دفن نہیں،زیارت کرے۔''

پس ایسے لوگ جو محض اتباع ہوائے نفس کی بنا پر تعزیہ پرستی وغیرہ کریں،اور

سنت کی پرواہ نہ کریں، اہل سنت والجماعت بلکہ دائرہ اسلام سے خارج ہیں، آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے "جو جماعت سے ایک بالشت بھی علیحدہ ہو جائے اس نے اسلام کی رسی اپنی گردن سے نکال دی" ایسے لوگوں کو شرک و بدعت چھوڑ کر توبہ واستغفار کرنی چاہیے۔ اور عبادات بدنیہ اور مالیہ کا ثواب ان کو بخشنا چاہیے تاکہ سعادت دارین حاصل کریں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

سید محمد نذیر حسین

فتاوی نذیریہ: ۱/۲۶۹-۲۶۷

# مولانا ثناءاللہ امرتسری

معروف اہل حدیث عالم مولانا ثناء اللہ امرتسری کا درج ذیل فتویٰ بھی ملاحظہ ہو:

سوال: عشرۂ محرم میں اگر کوئی شخص سنی المذہب بلاتخصیص وتعیین تاریخ ویوم محلّہ واحباب کی محفل منعقد کروا کر شہادت امام عالی مقام علیہ السلام کے صحیح صحیح حالات خود پڑھ کر سنائے، یا کسی دوسرے لائق آدمی سے سنوائے۔ تو یہ جائز ہوگا یا نہ؟

جواب: صحیح واقعات کا سننا کسی طرح ناجائز نہیں، مگر چونکہ زمانہ ہذا میں اس فعل کی شکل بہت کچھ متغیر ہو کر بدنما ہو چکی ہے۔ اس لیے ان ایام میں کوئی مجلس اس غرض سے نہ کرنی چاہئے۔ جیسے قرآن مجید میں فرمایا ہے: ﴿ لاَ تَقُولُواْ رَاعِنَا وَقُولُواْ انظُرْنَا ﴾ یعنی **راعنا** مت کہا کرو اور **انظرنا** کہا کرو۔ حالانکہ **راعنا** اور **انظرنا** کے معنی ایک ہی ہیں۔ مگر چونکہ راعنا یہودی بولتے اور برے معنی مراد لیتے تھے، اس لیے مسلمانوں کو اس لفظ کے استعمال کرنے سے روک دیا گیا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ جو کام اپنی شکل سے نکل کر کسی ناجائز شکل میں آ گیا ہو اس کو بالکل بند کر دینا چاہئے۔ واقعات شہادت کا صرف علم حاصل کرنا ہو تو سوائے محرم کے بھی کر سکتے ہیں، پھر محرم میں ایسی مجلس کی کیا ضرورت ہے۔ عشرہ محرم میں اہل وعیال پر فراخی کرنے کے متعلق ایک ضعیف سی روایت آئی ہے، سو اس کو واقعۂ شہادت سے کوئی تعلق نہیں بلکہ وہ حضرت موسیٰ کی فرعون سے خلاصی پانے کی وجہ سے بطور خوشی کے ہے نہ بطور ماتم کے۔ مسلمانوں نے اس تہوار کو بھی ایسا مرکب تیار کیا ہے کہ بظاہر تو غم

دکھاتے ہیں،مگر کام خوشی کے کرتے ہیں۔اس لیے متبع سنت آدمی کا فرض ہے کہ اس مہینے کی جملہ رسومات کو یک قلم روکنے کی کوشش کرے۔

محرم کے کربلائی واقعات نے جس قدر شہرت حاصل کی ہے، دوسرے واقعات تاریخیہ اس قدر شہرت نہیں پاسکے۔ابتدا میں تو اس شہرت کی غرض وغایت سیاست عباسیہ تھی، جسے بنوامیہ کو مغلوب کرنا مقصود تھا۔اس کے بعد اس نے فرقۂ شیعہ کے ذریعہ مذہبی رنگ اختیار کیا،جس میں زمین وآسمان کے وہ قلابے ملائے گئے کہ بے ساختہ ''الامان والحفیظ'' منھ سے نکلتا ہے۔اتنے مبالغے کیے گئے ہیں کہ محققین کو تحقیق کرنے میں بڑی دقت پیش آئی۔

چنانچہ علامہ ابن خلدون واقعہ کربلا پر پہنچے تو اپنی کتاب کے دوتین صفحے خالی چھوڑ دیے......گویا یہ کہہ کر چھوڑے کہ مجھے کوئی صحیح واقعہ نہیں ملا،جس کو ملے وہ یہاں درج کرلے۔ہندوستان میں یہ سب شور وغل ایران سے ہمایوں بادشاہ کی معرفت پہنچا،اس کے بعد واجد علی شاہ نے اس کو ترقی دی۔آج جو کچھ ہورہا ہے وہ بے شک اس حد تک پہنچ گیا ہے کہ ایک دردمند مسلمان کے منھ سے بے ساختہ نکلتا ہے:

**''فلیبک علی الاسلام من کان باکیا''**

تعزیہ فی نفسہ جو کچھ ہے وہ مسلمان کے دل کو دکھانے کے لیے کافی ہے، پھر اس کو بازاروں میں لیے پھرنا اور یوں پنجتن کے نعرے لگانا:

پنج نعرے پنجتنی اک نعرہ حیدری یا علی یا علی

اس کے علاوہ ایک رسم مہندی کی ہے،معلوم نہیں امرتسر کے سوا اور جگہ بھی نکلتی ہے یا نہیں۔اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ میدان کربلا میں امام قاسم کا نکاح رچایا گیا،سات محرم کو انہیں مہندی لگائی گئی، یہ یادگار بھی بشکل جلوس منائی جاتی ہے۔

چنانچہ ۲ر دسمبر کو امرتسر میں مہندی کا جلوس نکلا اور بڑے بڑے بازاروں کا گشت لگا کر گھر میں جا بیٹھے۔ اس کے بعد دسویں محرم عاشورہ کے دن بھی تعزیوں کے ساتھ بہت بڑا جلوس نکلا۔ دونوں دن خیریت سے گذر گئے۔ خطرہ تو بہت تھا مگر پولس کے کافی انتظام سے خطرہ ٹل گیا۔

شیعہ سنی دوستو! کیا یہی تعلیم اسلام ہے؟ لطف یہ کہ ایسی رسوم قبیحہ کو بجائے بند کرنے کے مزید قوت دی جاتی ہے۔ اور اس کو مذہبی شکل میں یادگار بنایا جاتا ہے.....

اس موقع پر ہمیں کچھ زیادہ کہنے کی ضرورت نہیں، صرف اتنا ہی عرض کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کے داماد عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ داماد رسول ثقلین صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے واقعات شہادت کیا کم اندوہگیں اور نتیجہ خیز ہیں کہ ان کی یادگار نہ منائی جائے۔ ہاں امام حسین رضی اللہ عنہ کے بڑے بھائی امام حسن رضی اللہ عنہ کو بھی بے یادگار کیوں چھوڑا جائے حالانکہ وہ بھی شہید ہوئے۔ وہ کون سی مزیت ہے کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کی یادگار تازہ رکھی گئی اور باقی سب کو بھلا دیا گیا۔ کیا اس کی بابت کوئی حدیث یا اہل بیت سے کوئی روایت آئی ہے؟ :-

هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِيْنَ ط

## ہماری رائے:

نہ صرف ہماری بلکہ تمام اہل حجاز (مکہ مدینہ والوں) کی ابتدا سے آج تک یہی رائے ہے کہ واقعہ کربلا کو بالکل بھلا دیا جائے، کیوں کہ زمانہ خلافت میں بھی اس

کی یادگار تازہ نہیں کی گئی یہ سب تیمور بادشاہ کی ایجاد ہے۔ اس قسم کے واقعات کو یادگار کی شکل میں دکھانا امت مسلمہ کو بدنام کرنا ہے۔

پس ہمارا یہی عقیدہ ہے کہ جتنے احباب اللہ کے راستے میں واصل بحق ہوئے ہیں ان کی نسبت یہی کہنا چاہیے۔

بنا کردند خوش رسمے بخاک و خون غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

(فتاوی ثنائیہ ۱/۳۱۰-۳۱۴ ناشر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند ۲۰۰۲ء)

# تعزیہ داری

# اور

# متعلقہ رسم ورواج

## انصاف پسند شیعی نقطۂ نظر

# نہج البلاغہ سے چند اقتباسات

نہج البلاغہ اہل تشیع کے یہاں معروف ومعتبر کتاب ہے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اقوال وفرمودات پر مشتمل ہے، سوگ وتعزیت وغیرہ سے متعلق اس کتاب سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے چند اقوال مع ترجمہ پیش خدمت ہیں:

١ – قال (علي رضي الله عنه )وهو يلي غسل رسول الله ﷺ وتجهيزه:

بِأَبِيْ أَنْتَ وَ أُمِّيْ لَقَدِ انْقَطَعَ بِمَوْتِكَ مَا لَمْ يَنْقَطِعْ بِمَوْتِ غَيْرِكَ مِنَ النُّبُوَّةِ وَالأَنْبَاءِ وَأَخْبَارِ السَّمَاءِ...وَلَوْ لَا أَنَّكَ أَمَرْتَ بِالصَّبْرِ وَنَهَيْتَ عَنِ الْجَزَعِ لَأَنْفَدْنَا عَلَيْكَ مَاءَ الشُّؤُوْنِ. (نهج البلاغة:٢/٢٢٨. دار الكتاب العربي، سوريه)

رسول اللہ ﷺ کو جب حضرت علی رضی اللہ عنہ غسل دے رہے تھے اور ان کی تجہیز وتکفین کا انتظام فرما رہے تھے اس وقت آپ نے کہا تھا:

میرے ماں باپ آپ پر قربان جائیں، آپ کی وفات سے نبوت اور آسمانی وغیرہ آسمانی خبروں کا سلسلہ منقطع ہوگیا، اور ایسا کسی دوسرے کی موت سے نہیں ہوتا.....اور اگر آپ صبر کا حکم نہ کیے ہوتے اور جزع فزع سے منع نہ کرتے تو آپ پر روتے روتے ہمارے آنسو خشک ہو جاتے۔

٢- ایک دوسرے مقام پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ قول منقول ہے:

عَلَيْكُمْ بِالصَّبْرِفَإِنَّ الصَّبْرَ مِنَ الإِيْمَانِ كَالرَّأْسِ مِنَ الْجَسَدِ،،

وَلَا خَيْرَ فِيْ جَسَدٍ لَا رَأْسَ مَعَهُ، وَلَا فِيْ إِيْمَانٍ لَا صَبْرَ مَعَهُ۔ (نهج البلاغة:٤/١٨)

صبر پر جمے رہو، کیونکہ صبر کا تعلق ایمان سے ویسا ہی ہے جیسا سر کا تعلق جسم سے ہے، اور اس جسم میں کوئی خیر نہیں جس کے ساتھ سر نہ ہو، اور نہ اس ایمان میں کوئی خیر ہے جس کے ساتھ صبر نہ ہو۔

۳-ایک جگہ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

مَنْ ضَرَبَ يَدَهُ عَلٰى فَخِذِهِ عِنْدَ مُصِيْبَتِهِ حَبِطَ عَمَلُهُ۔ (نهج البلاغة:٤/٣٤)

جو شخص کسی مصیبت کے وقت اپنا ہاتھ اپنی ران پر مارے گا اس کا عمل باطل ہو جائے گا۔

## شیعی عالم ڈاکٹر موسیٰ موسوی

ڈاکٹر موسیٰ موسوی نجف کے رہنے والے اور ایک بڑے شیعی خاندان کے چشم و چراغ تھے۔ ۱۹۳۰ء میں پیدا ہوئے، خالص شیعی خاندان اور شیعی ماحول میں رہنے کے باوجود موجودہ شیعیت سے وہ بیزار رہتے تھے، وہ شیعہ اور حقیقی تشیع یا شیعیت کے مابین فرق اور بڑا فاصلہ مانتے تھے۔ اس لیے انہوں نے موجودہ تشیع کی اصلاح کی تحریک چلا رکھی تھی، انہوں نے "الشيعة والتصحيح: الصراع بين الشيعة والتشيع" کے نام سے عربی زبان میں ایک مختصر کتاب لکھی اور رائج الوقت

شیعی عقائد پر نقد کرتے ہوئے ان میں اصلاح کی تجویز پیش کی۔ انہوں نے کتاب کے مقدمہ میں لکھا ہے کہ ان کے دادا مشہور شیعی زعیم امام اکبر سید ابوالحسن موسوی نے ابتداء یہ تحریک شروع کی تھی، اور تمام تر مخالفت کے باوجود اسے جاری رکھا تھا، ڈاکٹر موسیٰ موسوی نے بھی اس کام کو اور منظم کیا اور اس مقصد کو آگے بڑھایا۔

اس کتاب میں ڈاکٹر موسیٰ نے "ضرب القامات في يوم عاشوراء" کے عنوان سے پانچ صفحات میں گفتگو کی ہے، جس میں انہوں نے تعزیہ داری اور ماتم و مرثیہ خوانی وغیرہ کی مختصر تاریخ بیان کرنے کے بعد لکھا ہے کہ:

ہمیں تعیین کے ساتھ یہ معلوم نہیں کہ ایران و عراق کے شیعی علاقوں میں عاشوراء کے دن سینہ کوبی اور زنجیروں سے ضرب لگانے کی شروعات کب ہوئی۔ البتہ اس میں کوئی شک نہیں کہ دسویں محرم کو شہادت حسین کے غم میں سروں پر تلواریں مارنے اور اپنے کو لہولہان کرنے کی رسم ہندوستان سے ہی ایران و عراق میں آئی ہے، اور یہ اس وقت کی بات ہے جب انگریز ان ممالک پر حکومت کر رہے تھے، انگریزوں ہی نے شیعوں کی جہالت، سادہ لوحی، اور امام حسین سے ان کی غلو آمیز محبت کا فائدہ اٹھاتے ہوئے ان کو سر پھٹول کی تربیت دی۔

ماضی قریب تک تہران اور بغداد میں موجود برطانوی سفارت خانے ان حسینی جلوسوں کی مالی امداد کرتے تھے جو سڑکوں اور گلی کوچوں میں اس بھیانک منظر کے ساتھ نمودار ہوتے تھے، انگریز اپنی سامراجی سیاست کے تحت اس وحشیانہ کارروائی کو اس لیے بڑھاوا دے رہے تھے تاکہ برطانوی عوام اور سامراج مخالف اخبارات و جرائد کو ہندوستان اور دیگر اسلامی ممالک پر اپنے قبضہ کا جواز پیش کریں، اور ان ممالک کے باشندوں کو ایسی وحشی قوم کی شکل میں پیش کریں جسے ایک ایسے سرپرست

کی ضرورت ہے جو اسے جہالت اور درندگی کے دلدل سے نکالے، چنانچہ عاشوراء کے دن جب سڑکوں پر ماتمی جلوس چلتے اور اس میں شامل ہزاروں لوگ زنجیروں سے اپنی پیٹھوں پر ضرب لگاتے اور خون میں لت پت ہوتے، اپنے سروں کو ڈنڈوں اور تلواروں سے لہولہان کرتے تو ان تمام مناظر کی تصویریں انگریزی او ریورپی اخبارات میں شائع کی جاتیں، اور سامراجی آقا بڑی خوبصورتی کے ساتھ یہ دلیل پیش کرتے کہ دیکھو ہم محض انسانی فریضہ کی ادائیگی کے لئے ان ممالک میں ڈیرہ ڈالے ہیں جن کے باشندوں کی یہ تہذیب ہے، ان قوموں کو تمدن اور ترقی کی راہ پر لگانے کی خاطر ہمارا قیام وہاں ضروری ہے۔

ڈاکٹر موسیٰ موسوی مزید لکھتے ہیں:

بیان کیا جاتا ہے کہ عراق پر برطانوی قبضے کے زمانہ میں اس وقت کے عراقی صدر یاسین ہاشمی عراق سے برطانوی حکومت کے خاتمہ کے متعلق گفت وشنید کے لیے جب لندن گئے تو انگریزوں نے ان سے کہا کہ ہم تو عراق میں محض عراقی عوام کی مدد کے لئے ہیں تاکہ وہ ترقی سے بہرہ ور ہو اور وحشت وبربریت سے باہر نکلے۔ اس بات سے یاسین ہاشمی بھڑک اٹھے اور ناراض ہوکر مذاکرات والے کمرے سے باہر نکل آئے، مگر انگریزوں نے ہوشیاری سے کام لیتے ہوئے ان سے معذرت کی اور بصد احترام ان سے درخواست کی کہ عراق سے متعلق ایک دستاویزی فلم مشاہدہ کریں، ان کو جو فلم دکھائی گئی وہ نجف، کربلا اور کاظمیہ کی سڑکوں پر چلنے والے حسینی (ماتمی) جلوسوں کی تھی جن کے لاٹھیوں اور زنجیروں کی مار دھاڑ کے خوفناک اور نفرت انگیز مناظر فلمائے گئے تھے۔ گویا انگریز عراقی صدر سے یہ کہنا چاہتے تھے کہ آپ ہی بتائیں معمولی تہذیب وتمدن والی بھی کوئی قوم اپنے آپ ایسا کرسکتی ہے؟

ڈاکٹر موسیٰ موسوی نے یہ بھی لکھا ہے کہ شام کے ایک بڑے شیعہ عالم سید محسن امین عاملی نے ۱۳۵۲ھ میں اس ماتمی حرب وضرب اور اس سے متعلقہ اعمال کو حرام ٹھہرایا اور اپنی بات کو انہوں نے بڑی صراحت اور بے مثال جرأت کے ساتھ کہا اور شیعوں سے اس طرح کے کاموں کو چھوڑ دینے کا مطالبہ کیا۔ مگر علماء اور مذہب کے قائدین نے ان کی سخت مخالفت کی اور اپنے ساتھ بے لگام عوام کو بھی ملالیا۔ ان کی اصلاحی کوششیں خاک میں ملنے کے قریب تھیں، مگر ہمارے دادا سید ابوالحسن شیعہ جماعت کے اعلیٰ رہنما کی حیثیت سے ان کی اصلاحی تحریک کے مؤید ہو گئے اور ان کے فتویٰ کی مکمل طور سے تائید کا اعلان کیا۔

ان حضرات کی مخالفت ہوتی رہی مگر سید ابوالحسن کے مقام ومرتبہ اور رعب ودبدبہ کی وجہ سے مخالفت کا زور کم ہوا اور عوامی پیمانے پر سید ابوالحسن کے فتویٰ کو مقبولیت حاصل ہوئی اور دھیرے دھیرے ان رسوم میں بڑی کمی آ گئی، ہمارے دادا جب ۱۳۶۵ھ میں وفات پا گئے تو بعض نئی قیادتوں نے ان کاموں پر لوگوں کو دوبارہ ابھارنا شروع کیا، اور دھیرے دھیرے اس میں تیزی آتی گئی، پھر بھی ۱۳۵۲ھ کے پہلے جیسی پوزیشن پر نہیں لوٹ سکی۔

موسوی صاحب نے اس مقام پر عبرت وموعظت سے پر ایک واقعہ بھی ذکر کیا ہے، لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ محرم کی دسویں تاریخ کو بارہ بجے دن میں میں کربلا میں امام حسین کے روضہ کے قریب کھڑا تھا، ایک مشہور بزرگ شیعہ عالم بھی میرے قریب کھڑے تھے، اتنے میں ماتم کرنے والوں کا ایک جلوس حضرت حسین پر ماتم کرتے ہوئے تلواروں سے اپنے سروں کو لہولہان کیے روضہ حسین میں داخل ہوا، اس جلوس میں شریک لوگوں کی پیشانیوں اور پہلوؤں پر خون بہے جارہے تھے، یہ بڑا ہی نفرت

آمیز اور رونگٹے کھڑا کردینے والا منظر تھا۔ پھر ایک دوسرا جلوس بھی آپہنچا، یہ لوگ بھی زنجیروں سے اپنی پیٹھوں پر ضرب لگا لگا کر لہولہان کئے ہوئے تھے۔ یہ سب منظر دیکھ کر وہ بزرگ شیعی عالم مجھ سے پوچھتے ہیں:

کیا وجہ ہے کہ یہ لوگ اپنے اوپر مصائب وآلام کے پہاڑ توڑ رہے ہیں؟

میں نے کہا: آپ سن نہیں رہے ہیں؟ یہ لوگ "واحسیناه" کہہ رہے ہیں، یعنی حضرت حسین کا ماتم کررہے ہیں۔

پھر بزرگ عالم نے دوبارہ فرمایا: أليس الحسين الآن في "مقعد صدق عند مليك مقتدر"؟ کیا حضرت حسین اس وقت قدرت والے بادشاہ (اللہ رب العزت) کے پاس مجلس حق (یعنی جنت) میں نہیں ہیں؟

میں نے کہا: کیوں نہیں!

انہوں نے دوبارہ سوال کیا: کیا حضرت حسین اس لمحہ اس جنت میں نہیں ہیں "التي عرضها كعرض السماوات والأرض أعدت للمتقين" جس کی وسعت آسمان اور زمین کی وسعت کے برابر ہے، اور جو متقیوں کے لئے بنائی گئی ہے؟

میں نے کہا: بالکل!

ان کا اگلا سوال تھا کہ کیا جنت میں "حور عين كأمثال اللؤلؤ المكنون" بڑی بڑی آنکھوں والی حوریں نہیں ہیں جو چھپے ہوئے (محفوظ) موتیوں کی طرح ہیں؟

میں نے کہا: کیوں نہیں!

اس موقع پر وہ لمبی سانس لیتے ہیں اور انتہائی دردبھرے لہجے میں فرماتے ہیں:

بربادی ہوان نادانوں اور کم عقلوں پر، یہ لوگ ایسی حرکتیں کیوں کررہے ہیں! کیا اس امام کے واسطے کررہے ہیں جو اس وقت جنت اور نعمت میں محظوظ ہورہے ہیں، ان کے پاس ایسے لڑکے جو ہمیشہ (لڑکے ہی) رہیں گے آبخورے اور جگ لے کر اور ایسا جام لے کر جو بہتی ہوئی شراب سے پر ہو آمد ورفت کررہے ہیں۔

(يطوف عليهم ولدان مخلدون بأكواب وأباريق وكأس من معين)انتهى۔

(الشيعة والتصحيح: الصراع بين الشيعة والتشيع۔تاليف :ذاكتر موسى موسوى ۔ص:۹۸—۱۰۲۔الزهراء للإعلام العربي، القاهرة۔طبعه ثانيه:۱٤۰۹ھ=۱۹۸۹م)

# مؤلف کی دیگر تالیفات

(۱) اہل طریقت کے نزدیک شیخ کا مقام ومرتبہ (مطبوع)

(۲) اہل طریقت کی اصطلاح میں تصورشیخ (مطبوع)

(۳) رسوم شب برات: علمائے امت کی نظر میں (مطبوع)

(۴) روزہ کے سومسائل (مطبوع)

(۵) مسائل حج وعمرہ برائے خواتین (مطبوع)

(٦) أربعين في تربية البنات والبنين (مطبوع)

(۷) اسلام اور منصب (غیرمطبوع)

(۸) أحادیث ضعیفہ۔صحیح نقطۂ نظر (غیرمطبوع)

(۹) ترجمة تعليقات وملاحظات على تفسير الجلالين (غیرمطبوع)

(۱۰) تعلیم وتربیت (مجموعہ مقالات) (غیرمطبوع)

(۱۱) تعارف وتاریخ مدرسہ دارالحدیث رحمانیہ، دہلی (غیرمطبوع)

(۱۲) حضرت عثمان بن عفان: محاسن اور کمالات (غیرمطبوع)

(۱۳) رویت ہلال اور اختلاف مطالع (غیرمطبوع)

(۱۴) دعوت حق اور اس کے اصول وضوابط (غیرمطبوع)

ہندوستان میں اس موضوع پر ایسی جامع کتاب پہلی بار شائع ہوئی ہے۔

## ائمہ اربعہ کا دفاع اور سنت کی اتباع

نواب صدیق حسن خاں بھوپالی

مترجم: مولانا محمد الاعظمی صاحب حفظہ اللہ

ائمہ اربعہ کے اجتہادات سے استفادہ کا معنی ومفہوم کیا ائمہ اربعہ نے اپنی آراء واجتہادات کو واجب اور ضروری قرار دیا تھا۔ حدیث نبوی اور امت کے اجتہادات کے مابین تناقض کی صورت میں کیا ائمہ کی تقلید ہی واجب رہے گی۔

ترک احادیث کے اسباب، ائمہ عظام کی جانب منسوب غلط فہمیوں کا ازالہ، اتباع سنت کے وجوب کا دفاع اور اندھی تقلید کی تردید، جامع اور مستند کتاب۔ فارسی سے اردو ترجمہ۔

## مستند فضائل اعمال

جمع وترتیب: دعوت کمیٹی سعودی عرب

صفحات 128

فضائل اعمال کے موضوع پر ۳۸۰ احادیث صحیحہ کا شاندار مجموعہ ہے جس میں اخلاص عمل، اعتصام بالکتاب والسنہ، دعوت وجہاد، زہد ورقاق، مکارم اخلاق وضو، نماز، روزہ، حج، زکوۃ، تلاوت قرآن، اذکار ودعوت اور توبہ واستغفار کے موضوع پر مستند اور معتبر حوالے سے احادیث کا انتخاب کیا گیا ہے۔

## قرآن کریم منہاج فکر وعمل

مولانا رفیق رئیس سلفی

اس مختصر کتاب میں ان وجوہات کی نشان دہی کرنے کی کوشش کی گئی ہے جو تعلیمات قرآن کی اشاعت میں درپیش ہیں یہ ایک تجزیہ اور مطالعہ ہے اس مسلم سماج کا جس میں ہم سانس لیتے ہیں اور جس میں کئی ایک دینی جماعتیں اور فرقے اشاعت دین کا فریضہ ادا کرنے میں مصروف ہیں، قرآن

کے تعلق سے جو طرز فکر و عمل ہم نے بنا رکھا ہے کیا وہ عظیم کتاب اور اس کے مقصد نزول کے شایان شان ہے؟ کہیں ہماری غفلت خود ہمارے لئے وبال جان نہ بن جائے اور ہم کتاب الٰہی کو چھپانے رکھنے کے مجرم نہ قرار پائیں۔اسی احساس کو مصنف نے قرطاس پہ اتارنے کی کوشش کی ہے۔

## مولانا ابوالکلام آزاد

### مذہبی فکر و عمل کے آئینہ میں

مولانا محمد الاعظمی

صفحات ۲۲۴۔ قیمت ۱۸۰

یہ کتاب مولانا آزاد کے مذہبی افکار وعقائد اور کردار و عمل کی سچی داستان ہے ،مذہبی زندگی کے بعض مخفی گوشوں کو مستند ماخذ ومراجع سے اجاگر کیا گیا ہے ،کتاب اپنے موضوع پر نادر اور معتبر معلومات فراہم کرتی ہے۔

## مولانا صفی الرحمٰن مبارکپوری کی سنہری تحریریں

مرتب: مولانا ساجد اسید ندوی

صفحات ۲۸۸ قیمت ۱۲۵

مشہور عالم دین اور الرحیق المختوم کے مصنف مولانا صفی الرحمٰن مبارکپوری کی نادر و قیمتی تحریروں کا علمی مرقع

## اہل حدیث کا مذہب

تالیف: علامہ ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ

تحشیہ: مولانا ضیاء الحسن سلفی

اہل حدیث کے امتیازی مسائل وعقائد کا اجمالی تذکرہ یاروں کے لگائے ہوئے الزامات اور غلط فہمیوں کا ازالہ ،سنجیدہ علمی زبان مثبت انداز، تخریج وحواشی نے کتاب کو مزید علمی بنا دیا ہے۔